

جامعہ حقانیہ کاترجان

ساہیوال
سرگودھا

الحقانیہ

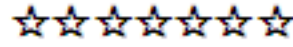
مجلہ

ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ مارچ ۲۰۱۱ء

بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

فہرست

3	کرکٹ ورلڈ کپ ۲۰۱۱ء اور امت مسلمہ کے لیے لمحہ فکریہ . مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم
6	درس قرآن کریم // // //
9	درس حدیث مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ
11	ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حق
13	نمازیں سنت کے مطابق پڑھیے شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
18	ابوالاعلیٰ مودودی کے نظریات پر ایک تحقیقی نظر فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ
34	شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ جناب حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری
37	تواریخ وفات مولانا قاری خلیل احمد تھانوی زید مجدہم
38	احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا مہج تحقیقی جائزہ مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی
44	تعارف کتب ع-ن-ت
45	اخبار الجامعہ مولانا محمد آصف چنیوٹی



کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

کرکٹ ورلڈ کپ ۲۰۱۱ء اور امت مسلمہ کے لیے لمحہ فکریہ

حق تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوق بنایا اور تمام مخلوق میں اسے کرامت و شرافت بخشی، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا (پ ۱۵)

اسی طرح حق تعالیٰ نے حضرت انسان کو حسین سانچے میں ڈھال کر سب سے زیادہ حسین پیدا فرمایا اور اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے قسمیں اٹھا کر بیان فرمایا۔ فرماتے ہیں:

وَالْتَيْنِ وَالزَّيْتُونَ وَطُورِ سِنِينَ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (سورۃ التین پ ۳۰)

انسان اور جنات کی مخلوق (جو انسان کے تابع ہے) اسے پیدا کرنے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کو قرار دیا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (پ ۲۷) میں اس کا اظہار بھی فرما دیا گیا ہے ان سب حقائق کا تقاضا یہ تھا کہ انسان ہر لمحہ اس کی عبادت میں ہی لگا رہتا اور دوسرے کسی بھی کام کی اسے اجازت نہ ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ نے انسانی ضروریات کا لحاظ فرماتے ہوئے اسے دوسرے جائز کام کی نہ صرف اجازت دی بلکہ اگر وہ ان امور کو شریعت کی روشنی اور تعلیم کے مطابق انجام دے اسے بھی عبادت ہی بنا دیا ہے اس طرح انسان کی زندگی کا ہر لمحہ عبادت میں گزر سکتا ہے بشرطیکہ ایمان کے ساتھ وہ اعمال صالحہ کی پابندی اور گناہوں سے بچنے کا پورا پورا اہتمام کرے۔ بلاشبہ یہ دین اسلام کی خوبی اور اس کا حسن ہے لیکن افسوس کہ بہت سے حضرات اپنی فانی زندگی کے مقصد کو بھول کر اس قیمتی سرمایہ کو ضائع کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کی بجائے ان کے حکموں کی نافرمانی میں وقت گزارا جا رہا ہے اور اب صورت حال یہاں تک پہنچ چکی ہے۔

وائے نا کامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اس وقت اسلامی ممالک اور غیر اسلامی دنیا کے باسی کھیل اور تماشوں میں مصروف ہیں ”کرکٹ میچ“ کھیل کر ورلڈ کپ جیتنے میں سارا زور صرف کیا جا رہا ہے اور لاکھوں کروڑوں مسلمان اور انسان اس میں دلچسپی لے رہے ہیں سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس طرح کے کھیل کھیلنے سے کیا حاصل ہوگا ملک اور قوم کو کیا ترقی ہوگی جس کام میں ملک اور قوم کا نقصان اور وقت اور پیسہ برباد ہو نیز بے حیائی اور بے دینی کو فروغ ملتا ہو اس میں لگ کر ہمیں کیا کامیابی اور ترقی ہوگی؟ افسوس کہ پوری قوم کو کھیل اور تماشوں میں دھکیل کر تباہ و برباد کیا جا رہا ہے اکبر مرحوم نے سچ کہا تھا۔

تمناؤں میں الجھا یا گیا ہوں

کھلونے دے کے بہکایا گیا ہوں

قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ دیکھنے سے جو حقیقت سمجھ میں آتی ہے وہ کسی بھی ذی عقل سے مخفی نہیں خاص طور پر مسلمان قوم کا عروج اور زوال دین اسلام اور کتاب مبین کی تعلیمات پر عمل اور اس کی تعلیمات سے روگردانی سے عبارت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ان اللہ یرفع بهذا الكتاب اقواماً و یضع بہ آخرین۔ نیز دانا نے مشرق علامہ اقبال مرحوم نے بھی کہا تھا۔

میں تم کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے

شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

اس وقت ساری قوم کو طاؤس و رباب میں لگایا جا رہا ہے حکمران بھی اسی نشہ میں مخمور ہیں۔

برصغیر پاک و ہند پر ڈھائی سو سال تک خاندان مغلیہ نے حکومت کی ایک ہی خاندان کا طویل دور حکمرانی سلطان ظہیر الدین بابر سے بہادر شاہ ظفر تک کے دور پر محیط ہے اس عظیم سلطنت کا خاتمہ کیوں ہوا اور آخری فرماں روا اور تاجدار بہادر شاہ ظفر کا حشر کیا ہوا؟ سب اہل علم و عقل کو معلوم ہے، وہ خود بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں۔

کتنا ہے بد نصیب ظفر قبر کے لیے

دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

یہ سب ہمارے لیے لمحات فکریہ اور درس عبرت ہیں کاش مسلمان ان حقائق کو سمجھیں اور نوشتہ دیوار پڑھنے میں مزید تاخیر نہ کریں

مملکت اسلامیہ پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آئی لیکن ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود ہنوز روز اول والا معاملہ ہے ملک اور قوم ترقی کی بجائے روز بروز تنزلی کے شکار ہیں اس کے باوجود کھیل اور کود میں مصروف ہیں نہ جانے کب اس غفلت سے ہوش میں آئیں گے اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرمائیں اور اس قوم کو ہدایت اور سمجھ عطا فرمائیں، آمین۔ عجیب بات یہ ہے کہ جس کھیل کے لیے پوری قوم کے جان و مال کو داؤ پر لگایا جا رہا ہے اسی کے متعلق یہ واقعہ بھی مشہور ہے کہ:

جنگ عظیم دوم سے پہلے جرمنی کی کرکٹ ٹیم یورپ میں پہلے نمبر پر تھی ان دنوں کرکٹ یورپ کا کھیل تھا، ہٹلر جرمنی کا سربراہ بن گیا ان دنوں جرمنی اور فرانس کا کرکٹ میچ ہوا تو ہٹلر کو میچ دیکھنے کی دعوت دی گئی میچ شروع ہوا شام تک چلتا رہا ہٹلر اکتا گیا اس نے ٹیم کے نگران سے پوچھا کون جیتا؟ نگران نے جواب دیا میچ جاری ہے ابھی با رجیت کا فیصلہ نہیں ہوا وہ چار دن بعد ہوگا، ہٹلر کو بڑا غصہ آیا اس نے چلا کر کہا کہ یہ کیسا کھیل ہے جسے دیکھنے والے پورے دن کے لیے بے کار ہو جاتے ہیں، ہٹلر کھیل کے میدان سے رخصت ہوا اور جرمنی میں کرکٹ پر پابندی لگا دی۔ عقل و دانش کا تقاضا یہی ہے کہ وقت اور مال ضائع نہ کیا جائے اور ایسے کھیلوں پر پابندی لگا دی جائے ورنہ دنیا اور آخرت کے خسارے کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

فقط

احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرکودھا

۲۹ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

قرآن کریم کے کلام الہی ہونے پر کافروں کا ایک شبہ اور اس کا جواب گذشتہ آیات میں اعجاز قرآن کی دلیل مذکور تھی، یہاں منکرین کے ایک شبہ کا جواب مذکور ہے شبہ کی تقریر یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے قرآن کریم میں کہیں مکھی اور کہیں مکڑی کی مثال دی ہے، اس پر کافروں نے یہ اعتراض کیا کہ یہ قرآن اگر اللہ کا کلام ہے تو اس میں ایسی حقیر اور خسیس چیزوں کا ذکر نہ ہونا چاہئے کیونکہ ایسی خسیس اور حقیر چیزوں کا ذکر کلام الہی کی عظمت کے لائق نہیں یعنی اگرچہ ہم قرآن کا مقابلہ نہ کر سکیں لیکن اس کتاب میں ایسی حقیر چیزوں کا ذکر اس امر کی دلیل ہے کہ یہ اللہ کی کتاب نہیں، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں ان اللہ لا یستحیٰ ان یضرب مثلاً ما بعبوضۃ فما فوقہا فاما الذین امنوا فیلعلمون انہ الحق من ربہم واما الذین کفروا فیقولون ما ذا اراد اللہ بہذا مثلاً بے شک اللہ نہیں شرما تا اس بات سے کہ کوئی مثال بیان کرے کسی مچھر کی یا اس چیز کی کہ جو حقارت میں مچھر سے بھی بڑھ کر ہو، پس اہل ایمان خوب جانتے ہیں کہ یہ تمثیل بالکل حق اور درست ہے ان کے رب کی طرف سے، اس لئے کہ تمثیل سے مثل لہ (جس کی مثال دی گئی) کی توضیح اور تفصیل مقصود ہوتی ہے، لہذا حقیر اور ذلیل چیزوں کی حقارت اور ذلت کی توضیح اور تشریح کیلئے اس کے مناسب مچھر اور مکھی اور مکڑی اسی قسم کی حقیر و ذلیل چیزوں کی مثال ذکر کی جائے گی، تا کہ اس شئی کی حقارت اور ذلت واضح ہو جائے، عزیز اور عظیم چیزوں کی مثال سے حقیر اور خسیس چیزوں کی حقارت اور ذلت کو کس طرح سمجھایا جاسکتا ہے، مثال کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ مثال دینے والے کے مطابق ہو بلکہ مثل لہ کے مطابق ہونی چاہئے حقیر کی مثال حقیر سے اور عزیز کی مثال عزیز سے دینی چاہئے، ورنہ ہر عاقل جانتا ہے کہ حقیر کو عزیز سے مثال دینا احمقوں کا کام ہے، تو ریت اور انجیل اور کلام حکماء میں اس قسم کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔

قال الله تعالى 'ولقد ضربنا للناس في هذا القرآن من كل مثل لعلمهم
يتذكرون اور البتہ تحقیق ہم نے بیان کی ہے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر مثال تاکہ نصیحت
پکڑیں۔

وقال تعالى 'وتلك الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون۔ یہ مثالیں
لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ تفکر اور تامل کریں۔
بعض سلف سے منقول ہے کہ جب میں قرآن کی کسی مثل کو سنتا ہوں اور اس کو نہیں سمجھتا
تو میں اپنے اوپر روتا ہوں اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں وتلك الامثال نضربها
لنناس وما يعقلها الا العالمون یہ مثالیں لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے ان کو مگر
اہل علم۔

ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ مجھ کی مثال اللہ نے دنیا کیلئے بیان فرمائی ہے مجھ جب
تک بھوکا رہتا ہے زندہ رہتا ہے اور جب کھا کر موتا ہو جاتا ہے تو مر جاتا ہے، اسی طرح اہل دنیا
جب دنیا سے خوب سیر اور سیراب ہو جاتے ہیں تو اللہ ان کو پکڑتا ہے پس وہ ہلاک ہوتے ہیں
كما قال تعالى: فلما نسوا ما ذكروا به فتحنا عليهم ابواب كل ثمنى حتى
اذا فروا بما اوتوا اخذناهم بغتة فاذا هم مبلسون پس جب بھول گئے وہ اس نصیحت
کو کہ جو ان کو کی گئی تھی تو کھول دیئے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز کے یہاں تک کہ جب خوش
ہو گئے اس سے کہ جو ان کو دیا گیا پس پکڑ لیا ہم نے ان کو ناگہاں پس وہ ناامید ہو کر رہ گئے۔

(تفسیر ابن کثیر)

خلاصہ یہ کہ اہل ایمان مثالوں کو حق سمجھتے ہیں کہ اشیاء کی خسرت اور حقارت بیان کرنے
کیلئے یہ مثالیں دی گئی ہیں اور کافر لوگ اپنی حماقت سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی ان حقیر مثالوں سے
کیا غرض ہے اور کیا ارادہ خداوندی ایسی حقیر چیزوں کے متعلق بھی ہو سکتا ہے، آئندہ آیت میں
اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں بضل به کثیر او بهدی به کثیر اگر اہل اللہ اس مثال
سے بہتوں کو اور ہدایت کرتا ہے اس سے بہتوں کو، یعنی مقصد یہ ہے کہ اہل حق اور اہل باطل، اہل

ہدایت اور اہل ضلالت میں فرق ہو جائے، قرآن اور اس کی تمثیلات سب حق اور عین ہدایت ہیں صحیح المزاج اور سلیم الطبع اشخاص (یعنی اہل ایمان) جب ان تمثیلات کو سنتے ہیں اور ان میں تفکر اور تامل کرتے ہیں تو ان کی ہدایت میں اور اضافہ ہوتا ہے اور ان تمثیلات سے ان کو صراط مستقیم اور حق کا راستہ خوب واضح ہو جاتا ہے اور جن کی روح کا مزاج بالکل فاسد اور خراب ہو چکا ہے ان کو ان تمثیلات سے کوئی نفع نہیں ہوتا بلکہ ان کی گمراہی میں اور زیادتی ہو جاتی ہے، فاسد المزاج کو جس قدر بہتر غذا دی جائے گی اسی قدر اس کے فساد اور مرض میں اضافہ ہوگا۔

قرآن عزیز میں جس طرح ہدایت اور اضلال کو حق جل شانہ کی طرف منسوب کیا ہے اسی طرح ہدایت کو انبیاء و مرسلین اور علماء ربانین اور ائمہ مجتہدین کی جانب اور اضلال کو شیاطین اور اخوان شیاطین کی جانب بھی منسوب کیا گیا، اس لئے ضروری ہوا کہ ہدایت اور اضلال کے معانی اور مراتب کو ذکر کیا جائے تاکہ خدا کی ہدایت اور انبیاء و مرسلین کی ہدایت میں فرق معلوم ہو اور جو اضلال حق تعالیٰ جل شانہ کی جانب منسوب ہے اس کی کیا حقیقت ہے اور اضلال شیاطین اور اخوان شیاطین کی جانب منسوب ہے اس کی کیا ماہیت ہے۔

ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ کی خصوصی اشاعت

بیاد: ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ

نامور اہل علم، معاصرین، تلامذہ اور متعلقین کے قلم سے عصر حاضر کے ایک

جید عالم اور محقق کے احوال و خدمات اور افکار و تحقیقات کا تذکرہ

صفحات تقریباً چھ سو۔ ہدیہ (بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ) ۲۰۰ روپے

برائے رابطہ: ناظم ترسیل ماہنامہ الشریعہ جامع مسجد شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ

(03066426001)

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

عن عثمان بن عفان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله دخل الجنة۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ یقین کے ساتھ جانتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو وہ جنت میں جائے گا۔

تشریح: اس حدیث میں بھی لا اله الا الله پر یقین ہونے سے مراد وہی دین تو حید پر ایمان رکھنا ہے اور دخول جنت کے وعدہ کا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ اپنے پورے اعمال نامہ کے تقاضے کے مطابق اللہ کی رحمت سے ابتداء ہی میں یا گناہوں کی کچھ سزا بھگت کر ہر صاحب ایمان جنت میں ضرور جائے گا۔

عن عتبان بن مالک (وہو من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممن شہد بدر آمن الانصار) انه اتى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال يا رسول الله قد انا كبرت بمصرى وانا اصلى لقومى فاذا كانت الامطار سال الوادى بينى وبينهم لم استطع ان اتى مسجدهم فاصلى بهم ووددت يا رسول الله انك تأتىنى فتصلى فى بيتى فاتخذ مصلى قال فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سأفعل ان شاء الله تعالى قال عتبان فغدا على وابوبكر حين ارتفع النهار فاستأذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا نلت له فلم يجلس حين دخل البيت ثم قال ابن تحب ان اصلى من بيتك قال فاشرت له الى ناحية من البيت فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فكبر فقمنا فصففنا فصلى ركعتين ثم سلم قال وحبسناه على خزيمة صنعنا له قال فتاب فى البيت رجال من اهل الدار فوعدوا فاجتمعوا فقال قائل منهم ابن مالک بن الدخيشن او ابن الدخيشن؟ فقال بعضهم ذلك منافق لا يحب الله ورسوله فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تغفل ذاك ألا تراهم صنعوا له قال لا اله الا الله يريد بذلك وجه الله؟ قال الله ورسوله اعلم قال فان انزى وجهه ونصيحته الى المنافقين قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم فان اللہ عزوجل قد حرم علی النار من قال لا الہ الا اللہ یتغی بذلك وجہ اللہ۔ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: عتبان بن مالک سے روایت ہے (اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب میں سے ہیں جو انصار میں سے غزوہ بدر میں شریک تھے) کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری نگاہ میں فرق آ گیا ہے (یعنی مجھے کم دکھائی دینے لگا ہے) اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں سو جب بارشیں ہوتی ہیں اور میرے اور میری قوم والوں کے درمیان جو مال ہے وہ بٹنے لگتا ہے تو میں ان کی مسجد تک جا کر نماز نہیں پڑھا سکتا اور یا رسول اللہ میری یہ خواہش ہے کہ حضور میرے یہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں تاکہ میں اسی جگہ کو اپنی مستقل نماز گاہ بنا لوں، کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ میں ایسا کروں گا (عتبان کہتے ہیں) کہ صبح ہی کو جب کچھ دن چڑھا تھا رسول اللہ اور ابو بکر میرے یہاں پہنچ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے آپ کو اجازت دی پس جب آپ گھر میں تشریف لائے تو بیٹھے نہیں اور مجھ سے فرمایا تم اپنے گھر میں سے کون سی جگہ پسند کرتے ہو کہ میں وہاں نماز پڑھوں؟ کہتے ہیں کہ میں نے گھر کی ایک جانب کی طرف اشارہ کر دیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اللہ اکبر کہہ کے آپ نے نماز شروع کر دی، ہم بھی صف باندھ کے آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے پس آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیر دیا۔ (عتبان کہتے ہیں) اور ہم نے آپ کو خزیرہ^(۱) کھانے کے لیے روک لیا جو آپ کے واسطے ہم نے تیار کیا تھا اور (آپ کی اطلاع پا کے) محلہ والوں میں سے بھی چند آدمی آ کے جڑ گئے پس انہی میں سے کسی کہنے والے نے کہا کہ مالک بن دغیش (یا ابن دغش) کہاں ہے؟ انہی میں سے کسی نے جواب دیا کہ وہ تو منافق ہے اللہ اور اس کے رسول سے اسے محبت ہی نہیں ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مت کہو کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ وہ لا الہ الا اللہ کا قائل ہے اور اس سے وہ اللہ کی رضائی چاہتا ہے اس کہنے والے شخص نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے ہم تو اس کا رخ اور اس کی خیر خواہی منافقوں کی طرف دیکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً اللہ عزوجل نے دوزخ کی آگ پر اس شخص کو حرام کر دیا ہے جس نے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا ہو اور اس کا ارادہ اس کلمہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنا ہی ہو۔

(۱) خزیرہ ایک قسم کے کھانے کا نام ہے جو گوشت کی بونیوں میں پانی چھوڑ کر پکایا جاتا ہے جب وہ پک چکتا ہے تو اس میں آٹا ڈال کر خوب پکاتے ہیں۔

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بفتح: حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حتی تصحیح: مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری قدس سرہا
 O فرمایا مجھ کو شاگردوں سے جتنی محبت ہے مریدین و معتقدین سے اتنی نہیں، شاگردوں
 اولاد کی طرح ہوتے ہیں، شاگردی اور استاذی کا تعلق نہایت مستحکم و پائیدار ہوتا ہے اور عقیدت کا
 تعلق اکثر ناقابل اعتبار، ارادت کا تعلق ادنیٰ شبہ سے انسان قطع کر دیتا ہے لیکن شاگردی کا تعلق
 قطع نہیں کیا جاتا۔

O فرمایا مہمانوں کے متعلق ہمارے اکابر کا یہی معمول تھا کہ عموماً ان کے کھانے کا خود
 انتظام فرماتے تھے دام وغیرہ دینا ان کا معمول نہ تھا، ہاں شاذ و نادر کبھی ایسا بھی ہوا ہے اور میری
 عادت انتظام کی مصالح سے معمول اکابر کے خلاف ہے کو کھینچ تان کر اپنی اس عادت کو معمول
 اکابر کے موافق کرنا ممکن ہے کہ وہ بھی تو کبھی دام دے دیا کرتے تھے مگر یہ موافقت کا دعویٰ صحیح
 نہیں کیونکہ موافقت تو یہ ہوتی کہ میں بھی اکثر تو کھانے کا انتظام کیا کرتا اور گا ہے گا ہے برہیل
 شذوذ داموں کا انتظام بھی کر دیا کرتا اور یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، معمول عادت غالبہ کا
 نام ہے، باقی یہ ایک واقعی تحقیق ہے کہ ایسے امور میں خود موافقت ہی کی ضرورت نہیں کیونکہ اکابر
 کی موافقت احکام میں مطلوب ہے نہ کہ انتظام میں اور میں نے یہ طریقہ انتظاماً اختیار کیا ہے کہ
 طرفین کو مختلف تشویشات سے نجات ہوتی ہے اور اس میں دینی و دنیوی مصالح حاصل ہوتے ہیں،
 یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے ان معترضین پر کوئی اعتراض کرے کہ تمہارے بزرگوں نے توجج
 بادبان والی کشتیوں میں کیا ہے اور تم دخانی جہازوں میں حج کرتے ہو یہ ان کے طریق اور معمول
 کے خلاف ہے تو کیا تم اپنے کو ان کا مخالف کہلا لو گے، اسی طرح آئندہ ہماری ذریت ہوائی جہاز
 پر حج کرنے لگے تو کیا ان کو یہ کہنا درست ہوگا کہ یہ اپنے اکابر کے خلاف کرتے ہیں وہ ہوائی جہاز
 پر حج نہیں کیا کرتے تھے، دیکھئے اگر ایک بزرگ کا نظام الاوقات صبح سے شام کچھ اور ہوا اور

دوسرے آدمی کا کچھ اور تو کیا اس کو مخالفت سے تعبیر کرنا درست ہوگا، غرض یہ کلیہ ہر جگہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ بزرگوں کا اتباع احکام میں ہوتا ہے امور انتظامیہ میں ضروری نہیں بلکہ حالات و اوقات کے اختلاف سے جو مناسب ہوگا کیا جائے گا ہاں حدود شریعت سے کسی حال میں تجاوز نہ ہونا چاہئے، باقی اس قسم کے اعتراضات کی بالکل پرواہ نہ کرنا چاہئے کہ یہ بات فلاں بزرگ کے معمول کے خلاف ہے اور وہ بات اس بزرگ کی عادت کے خلاف ہے۔

○ ایک تعلق دار صاحب زیارت کے لیے حاضر ہوئے، حضرت کھڑے نہیں ہوئے اور فرمایا معاف کیجئے گا مجھ کو اٹھنے میں تکلف ہوتا ہے اس لیے بیٹھا رہا۔

○ فرمایا جب مجھ کو کوئی بر بھلا کہتا ہے لعن طعن کرتا ہے تو میں ناراض نہیں ہوتا بلکہ کہا کرتا ہوں کہ میری دنیا کی ساری عمر مفت خوری میں بسر ہوئی چنانچہ زمانہ تعلیم تک بلکہ بعد تک بھی والد صاحب کفیل تھے اس کے بعد دوستوں کے تحفوں اور ہدیوں سے کام چلا، امید ہے کہ اسی طرح جنت بھی مفت ہی مل جائے گی کیونکہ مجھ سے تو اعمال صالحہ ہوتے ہیں نہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دوسروں کی نیک کمائی دخول جنت کا سبب ہو جائے گی جو لوگ سب و شتم کرتے ہیں غیبت و بہتان ترازی سے کام لیتے ہیں وہ فی الحقیقتہ مجھ کو حسناات اور نیکیاں دیتے ہیں سونا راضی کی کیا وجہ۔

ہر قسم کے عملیات، تعویذات اور وظائف کی مقبول کتاب

اعمال قرآنی

جدید ایڈیشن

از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

ناشر انجمن احیاء السنۃ نفیر آباد باغیانپورہ لاہور صفحات ۲۱۳

قیمت مع محصول ڈاک ۲۳۵ روپے

ملنے کا پتہ ابو حماد قاری عبید اللہ ساجد ناظم مدرسہ احیاء السنۃ فروکہ ضلع سرگودھا

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

نمازیں سنت کے مطابق پڑھیے (قسط ۱)

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى: نماز دین کا ستون ہے، اس کو ٹھیک ٹھیک سنت کے مطابق ادا کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، ہم لوگ بے فکری کے ساتھ نماز کے ارکان جس طرح سمجھ میں آتا ہے ادا کرتے رہتے ہیں اور اس بات کی فکر نہیں کرتے کہ وہ ارکان مسنون طریقے سے ادا ہوں، اس کی وجہ سے ہماری نمازیں سنت کے انوار و برکات سے محروم رہتی ہیں، حالانکہ ان ارکان کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے سے نہ وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے نہ محنت زیادہ ہوتی ہے، بس ذرا سی توجہ کی بات ہے، اگر ہم تھوڑی سی توجہ دے کر صحیح طریقہ سیکھ لیں اور اس کی عادت ڈال لیں تو جتنے وقت میں ہم آج نماز پڑھتے ہیں اتنے ہی وقت میں وہ نماز سنت کے مطابق ادا ہو جائے گی اور اس کا اجر و ثواب بھی اور انوار و برکات بھی آج سے کہیں زیادہ ہوں گے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نماز کا ایک ایک عمل خوب توجہ کے ساتھ سنت کے مطابق انجام دینے کا بڑا اہتمام تھا اور وہ ایک دوسرے سے سنتیں سیکھتے بھی رہتے تھے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر احقر نے اپنی ایک مجلس میں نماز کا مسنون طریقہ اور اس سلسلے میں جو غلطیاں رواج پا گئی ہیں ان کی تفصیل بیان کی تھی جس سے بفضلہ تعالیٰ سامعین کو بہت فائدہ ہوا، بعض احباب نے خیال ظاہر کیا کہ یہ باتیں ایک مختصر سے رسالے کی شکل میں آجائیں تو ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے گا، چنانچہ اس مختصر سے رسالے میں نماز کا مسنون طریقہ اور اس کو آداب کے ساتھ ادا کرنے کی ترکیب بیان کرنی مقصود ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہم سب کے لیے مفید بنائیں اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ نماز کے مسائل پر بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں بحمد اللہ شائع ہو چکی ہیں یہاں نماز کے تمام مسائل بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف نماز کے ارکان کی ہیئت سنت کے مطابق بنانے کیلئے چند ضروری باتیں بیان کرنی ہیں، اور ان غلطیوں اور کوتاہیوں پر تنبیہ کرنی ہے جو آج کل بہت زیادہ رواج پا گئی ہیں، ان چند مختصر باتوں پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ نماز کی کم از کم ظاہری صورت سنت کے مطابق ہو جائے گی، اور ایک مسلمان اپنے پروردگار کے حضور کم از کم یہ عرضداشت پیش کر سکے گا کہ ۔

ترے محبوب کی یا رب! شباہت لے کے آیا ہوں

حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

احقر محمد تقی عثمانی عثمی عنہ

جامعہ دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز شروع کرنے سے پہلے

یہ باتیں یاد رکھئے اور ان پر عمل کا اطمینان کر لیجئے:

(۱) آپ کا رخ قبلے کی طرف ہونا ضروری ہے۔

(۲) آپ کو سیدھا کھڑے ہونا چاہیے اور آپ کی نظر سجدے کی جگہ پر ہونی چاہیے، گردن کو جھکا کر ٹھوڑی سینے سے لگا لینا بھی مکروہ ہے اور بلا وجہ سینے کو جھکا کر کھڑا ہونا بھی درست نہیں، اس طرح سیدھے کھڑے ہوں کہ نظر سجدے کی جگہ پر رہے۔

(۳) آپ کے پاؤں کی انگلیوں کا رخ بھی قبلے کی جانب ہے اور پاؤں سیدھے قبلہ رخ ہوں (پاؤں کو دائیں بائیں ترچھا رکھنا خلاف سنت ہے) دونوں پاؤں قبلہ رخ ہونے چاہئیں۔

(۴) دونوں پاؤں کے درمیان کم از کم چار انگل کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

(۵) اگر جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ کی صف سیدھی رہے، صف سیدھی کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی دونوں ایڑیوں کے آخری سرے صف یا اس کے نشان کے آخر کنارے پر رکھ لے۔

(۶) جماعت کی صورت میں اس بات کا بھی اطمینان کر لیں کہ دائیں بائیں کھڑے ہونے والوں کے بازوؤں کے ساتھ آپ کے بازو ملے ہوئے ہیں اور بیچ میں کوئی خلا نہیں ہے، لیکن خلا کو پر کرنے کے لیے اتنی تنگی بھی نہ کی جائے کہ اطمینان سے کھڑا ہونا مشکل ہو جائے۔

(۷) اگر اگلی صف بھر چکی ہو تو نئی صف بیچ میں سے شروع کی جائے، دائیں یا بائیں کنارے سے نہیں، پھر جو لوگ آئیں وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ صف دونوں طرف سے برابر ہے۔

(۸) پا جائے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکا نا ہر حالت میں ناجائز ہے، ظاہر ہے کہ نماز میں اس کی شاعت اور بڑھ جاتی ہے، لہذا اس کا اطمینان کر لیں کہ پا جامہ ٹخنوں سے اونچا ہے۔

(۹) ہاتھ کی آستین پوری طرح ڈھکی ہوئی ہونی چاہئیں صرف ہاتھ کھلے رہیں، بعض لوگ آستین چڑھا کر نماز پڑھتے ہیں، یہ طریقہ درست نہیں ہے۔

(۱۰) ایسے کپڑے پہن کر نماز میں کھڑے ہونا مکروہ ہے جنہیں پہن کر انسان لوگوں کے سامنے نہ جاتا ہو۔

نماز شروع کرتے وقت

(۱) دل میں نیت کر لیں کہ میں فلاں نماز پڑھ رہا ہوں، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں۔

(۲) ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلیوں کا رخ قبلے کی طرف ہو اور انگوٹھوں کے سرے کان کی لو سے یا بالکل مل جائیں، یا اس کے برابر ہو جائیں اور باقی انگلیاں اوپر کی طرف سیدھی ہوں، بعض لوگ ہتھیلیوں کا رخ قبلے کی طرف کرنے کی بجائے کانوں کی طرف کر لیتے ہیں، بعض لوگ کانوں کو ہاتھوں سے بالکل ڈھک لیتے ہیں۔ بعض لوگ ہاتھ پوری طرح کانوں تک اٹھائے بغیر ہلکا سا اشارہ کر دیتے ہیں، بعض لوگ کان کی لو کو ہاتھوں سے پکڑ لیتے ہیں۔ یہ سب طریقے غلط ہیں اور خلاف سنت ہیں، ان کو چھوڑنا چاہیے۔

(۳) مذکورہ بالا طریقے پر ہاتھ اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہیں، پھر دائیں ہاتھ انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں پنچے کے گرد حلقہ بنا کر اسے پکڑ لیں اور باقی تین انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی پشت پر اس طرح پھیلا دیں کہ تینوں انگلیوں کا رخ کہنی کی طرف رہے۔

(۴) دونوں ہاتھوں کو ناف سے ذرا سناٹا رکھ کر مذکورہ بالا طریقے سے باندھ لیں۔

کھڑے ہونے کی حالت میں

(۱) اگر اکیلے نماز پڑھ رہے ہوں یا امامت کر رہے ہوں تو پہلے سبحانک اللہم الخ، پھر سورۃ فاتحہ پھر کوئی اور سورت پڑھیں اور اگر کسی امام کے پیچھے ہوں تو صرف سبحانک اللہم الخ، پڑھ کر خاموش ہو جائیں اور امام کی قراءت کو دھیان لگا کر سنیں، اگر امام زور سے نہ پڑھ رہا ہو تو زبان بلائے بغیر دل ہی دل میں سورۃ فاتحہ کا دھیان کیے رکھیں۔

(۲) نماز میں قراءت کے لیے یہ ضروری ہے کہ زبان اور ہونٹوں کو حرکت دے کر قراءت کی جائے، بلکہ اس طرح قراءت کی جائے کہ خود پڑھنے والا اس کو سن سکے، بعض لوگ اس طرح

قراءت کرتے ہیں کہ زبان اور ہونٹ حرکت نہیں کرتے یہ طریقہ درست نہیں، بعض لوگ قراءت کی بجائے دل ہی دل میں الفاظ کا تصور کر لیتے ہیں اس طرح بھی نماز نہیں ہوتی۔

(۳) جب خود قراءت کر رہے ہوں تو سورۃ فاتحہ پڑھتے وقت بہتر یہ ہے کہ ہر آیت پر رک کر سانس توڑ دیں، پھر دوسری آیت پڑھیں، کئی کئی آیتیں ایک سانس میں نہ پڑھیں، مثلاً الحمد للہ رب العالمین پر سانس توڑ دیں، پھر الرحمن الرحیم پر، پھر ملک یوم الدین پر، اس طرح پوری سورۃ فاتحہ پڑھیں، لیکن اس کے بعد کی قراءت میں ایک سانس میں ایک سے زیادہ آیتیں بھی پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔

(۴) بغیر کسی ضرورت کے جسم کے کسی حصے کو حرکت نہ دیں، جتنے سکون کے ساتھ کھڑے ہوں، اتنا ہی بہتر ہے، اگر کھجلی وغیرہ کی ضرورت ہو تو صرف ایک ہاتھ استعمال کریں اور وہ بھی صرف سخت ضرورت کے وقت اور کم سے کم۔

(۵) جسم کا سارا زور ایک پاؤں پر دے کر دوسرے پاؤں کو اس طرح ڈھیلا چھوڑ دینا کہ اس میں خم آجائے نماز کے آداب کے خلاف ہے، اس سے پرہیز کریں، یا تو دونوں پاؤں پر برابر زور دیں یا ایک پاؤں پر زور دیں تو اس طرح کہ دوسرے پاؤں میں خم پیدا نہ ہو۔

(۶) جمائی آنے لگے تو اس کو روکنے کی پوری کوشش کریں۔

(۷) ڈکار آئے تو ہوا کو پہلے منہ میں جمع کر لیا جائے، پھر آہستہ سے بغیر آواز کے اسے خارج کیا جائے، زور سے ڈکار لینا نماز کے آداب کے خلاف ہے۔

(۸) کھڑے ہونے کی حالت میں نظریں سجدے کی جگہ پر رکھیں، ادھر ادھر یا سامنے دیکھنے سے پرہیز کریں۔

رکوع میں

رکوع میں جاتے وقت ان باتوں کا خاص خیال رکھیں:

(۱) اپنے اوپر کے دھڑ کو اس حد تک جھکائیں کہ گردن اور پشت تقریباً ایک سطح پر آجائیں نہ اس سے زیادہ جھکیں نہ اس سے کم۔

(۲) رکوع کی حالت میں گردن کو اتنا نہ جھکائیں کہ ٹھوڑی سینے سے ملنے لگے اور نہ اتنا اوپر رکھیں کہ گردن کمر سے بلند ہو جائے، بلکہ گردن اور کمر ایک سطح پر ہو جانی چاہئیں۔

(۳) رکوع میں پاؤں سیدھے رکھیں، ان میں خم نہ ہونا چاہیے۔

(۴) دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اس طرح رکھیں کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں، یعنی ہر دو انگلیوں کے درمیان فاصلہ ہو اور اس طرح دائیں ہاتھ سے دائیں گھٹنے کو اور بائیں ہاتھ سے بائیں گھٹنے کو پکڑ لیں۔

(۵) رکوع کی حالت میں کلائیوں اور بازو سیدھے تھے ہوئے رہنے چاہئیں، ان میں خم نہیں آنا چاہیے۔

(۶) کم از کم اتنی دیر رکوع میں رکھیں کہ اطمینان سے تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہا جاسکے۔

(۷) رکوع کی حالت میں نظریں پاؤں کی طرف ہونی چاہئیں۔

(۸) دونوں پاؤں پر زور برابر رہنا چاہیے اور دونوں پاؤں کے ٹخنے ایک دوسرے کے بالمقابل رہنے چاہئیں۔

رکوع سے کھڑے ہوتے وقت

(۱) رکوع سے کھڑے ہوتے وقت اتنے سیدھے کھڑے ہو جائیں کہ جسم میں کوئی خم باقی نہ رہے۔

(۲) اس حالت میں بھی نظر سجدے کی جگہ پر ڈنی چاہیے۔

(۳) بعض لوگ کھڑے ہوتے وقت کھڑے ہونے کی بجائے کھڑے ہونے کا صرف اشارہ کرتے ہیں اور جسم کے جھکاؤ کی حالت ہی میں سجدے کے لیے چلے جاتے ہیں، ان کے ذمے نماز کا لوٹنا واجب ہو جاتا ہے، لہذا اس سے سختی کے ساتھ پرہیز کریں، جب تک سیدھے ہونے کا اطمینان نہ ہو جائے سجدے میں نہ جائیں۔

(جاری.....)

فقید العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے نظریات پر

ایک تحقیقی نظر (قسط ۲)

تنقید کی چند مثالیں

یوں تو تنقید لغت میں پرکھنے اور کھرا کھونا معلوم کرنے کو کہتے ہیں مگر آج کل کی اصطلاح میں تنقید عیب چینی کا نام ہے، بد کوئی، طعن، غلط کو، دروغ بیان بتانے کا نام ہے چنانچہ یہی خدمت انجام دی ہے، مثالوں سے یہ واضح ہے۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کی محبوب غذا تنقید کی چند مثالیں ناظرین کے سامنے پیش کر دی جائیں۔

پہلی مثال

آپ اہل علم پر تنقید فرماتے ہوئے ”سیاسی کشمکش“ حصہ سوم طبع ششم ص ۱۱۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

”اسلام کے عقائد ایک مزعومات بنا کر رکھ دیئے گئے ہیں اس کی عبادات محض پوجا اور پیہر بنا کے رکھ دی گئیں ہیں، اسلامی شریعت کو ایک منجمد شاستر بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔“

دیکھئے مودودی صاحب نے مذہب اور اہل مذہب پر کس قدر خوبصورت الفاظ میں تنقید فرمائی ہے اور اسلام کی محبوب اصطلاحات کو کس طرح ہندوانہ اصطلاحات سے بدل ڈالا ہے اور آپ نے اس پر بھی غور فرمایا کہ مودودی صاحب شریعت کو منجمد شاستر بنانے کا طعنہ کیوں دے رہے ہیں صرف اس لئے کہ علماء کرام نے بزرگان اسلاف کی تحقیقات کے خلاف چونکہ کسی کو بھی نیا اجتہاد کر کے ماڈرن قسم کے اسلام کے بنانے کا حق نہیں دیا اور اسی لئے مودودی صاحب کو بھی اپنے اجتہاد کے لئے کوئی راستہ پرانے مذہب میں نظر نہیں آتا اس لئے فرماتے ہیں کہ ”اسلامی شریعت کو ایک منجمد شاستر کیوں بنا کر رکھ دیا“ کو یا اسلامی شریعت کو تو ایسا سیال اور لچکدار ہونا چاہیے کہ ہر

شخص کو اس میں اپنے اجتہاد کی بنا پر بزرگانِ پیش کی تحقیقات کو غلط کہنے کی گنجائش اور کھپت ہو۔

در اصل بات یہ ہے کہ مودودی صاحب نے اپنی تحریک کی بنیاد ہی بزرگانِ اسلاف کی تنقید پر رکھی ہے، اس لئے ان کے نزدیک بزرگانِ دین اور سلف صالحین کی پیروی ضروری نہیں ہے اور نہ ہی ان کے نزدیک اسلاف کی تحقیقات کو حرفِ آخر کی حیثیت حاصل ہے بلکہ وہ ہر شخص کو یہ حق دیتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں اجتہاد کر کے دین کو خود حاصل کر لے اور یورپ سے جو کچھ سیکھا ہے اس پر اس کو منطبق کر لیا جائے، کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو یہ حکم ہے قل ان اتبع الاما یوحی الی اور بعد کے لوگوں کو کھلی چھٹی ہو کہ جو چاہے مفہوم قرار دے کر ہر کفر و فحش کو حکم قرآنی دے لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی سے سمجھے اور بتائے ہوئے تفسیری مفہومات کو بالائے طاق رکھ دیں جس کو قرآن مجید میں ثم ان علینا بیانہ سے و یعلمہم الكتاب وحی سے بیان ہونا اور لتبین للناس سے مقصد تنزیل حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا بیان فرمانا بتایا گیا ہے۔ مگر یہاں موم کی ناک ہونا ضروری ہے کہ جس طرف چاہیں موڑ لیں اور اپنی کفر و فسق کی ہر بات کو قرآنی قرار دے کر خدا اور رسول پر تہمت لگا دیں، اپنی رائے کو دین بنالیں، سارے عالم کو گمراہ کر دیں۔

اگر سلف صالحین کی تحقیقات سے بے نیاز ہو کر ہر شخص کو دین کے سمجھنے کی اجازت دے دی جائے گی تو پھر کیا اس کا لازمی نتیجہ یہی نہ ہوگا کہ ہر شخص کا ایک نیاند ہب ہوگا اور ہر روز ایک نیا فرقہ بنا کر یگا اور اس طرح مذہب باز بچہ اطفال بن کر رہ جائیگا؟ کیا مرزا غلام احمد قادیانی اور منکرین حدیث پرویزی اور ان کے ہم مشرب لوگوں کا یہی طریقہ نہیں ہے؟ وہ بھی تو سلف صالحین کی تحقیقات سے بے نیاز ہو کر ہی اپنی اپنی تحقیقات کی روشنی میں قرآن وحدیث کی تشریحیں اور تفسیریں لکھنے اور نئے نئے فرقہ بنانے میں لگے ہوئے ہیں، پھر ان کا رد کیوں کیا جاتا ہے؟ مودودی صاحب کے اس تنقیدی طریقہ کی وجہ سے پڑھے لکھے طبقہ کے دلوں سے سلف صالحین کا اعتماد اٹھتا جاتا ہے۔

دوسری مثال

مودودی صاحب اپنی اس تنقیدی مہم کو جاری رکھے ہوئے ہیں حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم اجمعین اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی تنقیدی مشق یعنی عیب جوئی، غلط کوئی کی زد سے نہیں بچ سکے، چنانچہ اپنے پیروکاروں کو حکم دیتے ہیں:

”رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے (دیکھو سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۲۱۰ جماعت اسلامی، از ترجمان القرآن ماہ جون و جولائی ۱۹۵۲ء)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے علیکم بسنتی و سنتی الخلفاء الراشدین کہ تم میری اور خلفاء راشدین کی سنت (طریقہ) کو تھامے رہنا یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین کا ارشاد دلیل ہے حق ہونے کی۔

ارشاد بالا میں دونوں سنتوں کو دوش بدوش بیان کرنے سے جو قرب معلوم ہو رہا ہے وہ بھی خیال کرنے کی چیز ہے کہ خلفاء کی سنت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سنت کے قریب قرار دے رہے ہیں۔

اور حدیث اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم اہتدیتم سے ہر صحابی کو مقتدائے عالم فرما کر، عشرہ مبشرہ کو جنتی فرما کر، صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کیلئے خدائی انتخاب ہونے سے اور اس حدیث سے کہ تم میں سے کوئی اُحد کے برابر سونا خیرات کرے تو صحابی کے مُدّ کے برابر نہیں اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے دوزخ میں نہ جائیں گے، حدیثوں سے ان سب کا تنقید سے بالا ہونا ثابت ہوتا ہے، پھر کنتم خیرامۃ سے خیر ہونا، یداللہ علی الجماعة اور آیت ویتبع غیر سبیل المعز منین اور امنوا کما امن الناس سے ان کے راستہ کا بالکل حجت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

مگر مودودی صاحب اس کے برخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صحابہ اور خلفاء سے لے کر تمام سلف صالحین تک سب پر تنقید کا حق دیتے ہیں اور اس تنقید کرنے کو اپنی جماعت کے دستور میں شامل کئے ہوئے ہیں۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ تمام دین انہی حضرات سے ہم تک پہنچا ہے اگر یہ حضرات قابل تنقید اور عرف کے معنی سے عیب دار نا قابل اعتبار کہے جائیں گے تو یہ تمام اسلام کو بے اعتبار قرار دینا اور قرآن وحدیث کو مشکوک قرار دینا ہے اور مشکوک کا حکم یہ ہے کہ شک والا مسلمان ہی نہیں رہتا قرآنی حکم ہے ولا یزال الذین کفروا فی مریۃ منہ، یہ کافرانہ طریقہ ہے اس سے انسان کافر ہو جاتا ہے، تو جماعت کا یہ دستور کافرانہ اور کافر ساز ہے۔ اب غور کیجئے کہ دین کو مشکوک بنانے اور کہنے والے کیا ہیں۔

تیسری مثال

دجال کا تفصیلی ذکر کتب احادیث میں خاص طور پر صحیح مسلم شریف میں موجود ہے مگر مودودی صاحب فرماتے ہیں:

”کانا دجال وغیرہ تو افسانے ہیں، جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے“ (رسائل و مسائل حصہ اول ص ۵۳)

سبحان اللہ جب احادیث صحیحہ میں یہ آتا ہے اور اسی پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ قیامت کے قریب جودجال آئے گا اور جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے دست مبارک سے قتل کریں گے وہ امور (کانا) ہوگا تو پھر اس کو آپ افسانہ کیسے فرما رہے ہیں، افسانہ تو جھوٹ ہوتا ہے تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کی جا رہی ہے کیونکہ تو اتر سے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ثابت ہے۔ اور صحیح حدیثوں میں آ جانے اور اس پر امت کے اتفاق کے باوجود بھی اگر اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے تو پھر آپ کے نزدیک کسی چیز کی شرعی حیثیت ثابت ہونے کے لیے کس دلیل کی ضرورت ہے، شاید قرآن مجید میں اس کی تصریح ہونے سے آپ کے نزدیک اس کی شرعی حیثیت ثابت ہوتی ہے، مگر یہ طریقہ تو منکرین حدیث کا ہے کیا آپ بھی اسی طریقہ کے حامی اور درپردہ منکر حدیث ہیں؟

جب مودودی صاحب پر اعتراض ہوا تو انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ ”میں دجال کو مانتا ہوں اس کو افسانہ نہیں کہا بلکہ میں نے جس چیز کو افسانہ کہا ہے وہ یہ خیال ہے کہ دجال کہیں

مقید ہے۔“ (رسائل و مسائل حصہ اول ص ۵۴)

اول تو یہ بات کس قدر غلط ہے کہ میں نے دجال کو افسانہ نہیں کہا، اوپر کی عبارت ملاحظہ ہو اس میں صاف موجود ہے ”یہ کانا دجال وغیرہ تو افسانے ہیں“ کیا یہ دجال کو افسانہ کہنا نہیں ہے؟

شاید مودودی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ میں نے دجال کے کانا ہونے کو افسانہ کہا ہے صرف دجال کو افسانہ نہیں کہا لیکن دجال کا کانا ہونا بھی افسانہ نہیں ہے یہ بھی حدیث مسلم میں آیا ہے لیکن مودودی صاحب کو یہ تاویل نہیں سوجھی اس لئے انہوں نے ایک دوسری یہ تاویل کر کے کہ ”میں نے جس چیز کو افسانہ کہا ہے وہ یہ خیال ہے کہ دجال کہیں مقید ہے“ اپنے اوپر ایک اور الزام قائم کر لیا ہے کہ دجال کے مقید ہونے کو بھی افسانہ کہہ دیا مگر یہ بھی عذر گناہ بدتر از گناہ ہے، جب مسلم شریف جیسی صحیح کتاب میں یہ صریح اور صحیح حدیث موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی تمیم داری رضی اللہ عنہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ دجال ایک جزیرہ میں بند ہے جس کو یہ صحابی خود دیکھ چکے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کے ذریعہ صحابہ کرام کو جمع فرما کر ارشاد فرمایا تھا کہ دیکھو جو میں کہا کرتا تھا وہ تمیم داری کی زبان سے سنو، تو اب دجال کے کہیں مقید ہونے کو افسانہ کیوں کہا جاتا ہے؟ افسانہ کہنے کے معنی یہ ہوئے کہ مسلم شریف کی حدیث موضوع ہے کسی کی گھڑی ہوئی ہے، جس پر کوئی دلیل ممکن نہیں، اور اگر یہ حدیث صحیح ہے تو پھر افسانہ کہنا کو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کو منسوب کیا جا رہا ہے۔

ایک حق پرست کی طرح حق بات کو قبول کر کے اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کی بجائے مودودی صاحب ادھر ادھر کی باتیں بنا کر جان چھڑانے کی کوشش میں مصروف ہو گئے، یہ کیسی افسوس کی بات ہے، ابھی دجال کے سلسلہ میں پہلے مودودی صاحب نے یہ لکھا تھا کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ آپ کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا۔“ (ترجمان فروری ۱۳۶۶ء) اب رسائل و مسائل حصہ اول میں ص ۵۷ پر پچھلے

الفاظ تبدیل کر کے یہ لکھ دیا ہے کہ ”آپ کا اندیشہ قبل از وقت تھا۔“

مودودی صاحب نے نہ معلوم کس دل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندیشہ کو قبل از وقت ثابت کرنے کے لئے ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ کا سہارا لیا ہے، ایک مسلمان سے ایسا سرزد ہونا بہت ہی افسوس ناک ہے مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اندیشہ کو تیرہ سو سال کی تاریخ سے تو کیا تیرہ ہزار سال کی تاریخ سے بھی قبل از وقت ثابت نہیں کیا جاسکتا، مودودی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کے جلد ظاہر ہونے کا اندیشہ قطعاً نہ تھا بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خروج کا زمانہ وہی آخری زمانہ بتایا ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر اس کو قتل فرمائیں گے اور اسی پر تمام امت کا اتفاق ہے تو پھر آپ کو اس کے جلد ظاہر ہونے کا اندیشہ کیسے ہو سکتا تھا جس کے قبل از وقت ہونے کو ثابت کرنے کے لئے آپ کو تیرہ سو سالہ تاریخ کی ورق گردانی کی ضرورت واقع ہوئی۔

خود مودودی صاحب نے اپنے تیسرے عدالتی بیان میں اس کو تسلیم کیا ہے کہ احادیث میں خروج دجال کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ فرمایا ہے لکھتے ہیں ”احادیث میں نزول مسیح کی غرض یہ بیان کی گئی ہے کہ آخر زمانے میں ایک دجال اپنے آپ کو مسیح کی حیثیت سے پیش کرے گا اس کا فتنہ گمراہی کا سبب بن جائے گا اس لئے اللہ تعالیٰ اصلی مسیح کو دنیا میں واپس بھیجے گا تا کہ اس فتنہ کا قلع قمع کرے“ پھر اب اس اندیشہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جس کو زبردستی مودودی صاحب اپنی طرف سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ لگاتے ہیں اور پھر اس کی تردید تاریخ سے کراتے ہیں، کیا کسی بھی مسلمان کو یہ بات کو ارا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندیشہ کو تاریخ سے غلط ثابت کرے چہ جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی اندیشہ کو غلط طور پر منسوب کر کے پھر تاریخ سے اس کی تردید کرائے، مودودی صاحب کے اس بیان کے بعد ان احادیث کے معانی پر بحث کی ضرورت نہیں رہتی جس سے اس خود ساختہ اندیشہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس لئے ہم ان احادیث پر بحث کرنے سے صرف نظر کرتے ہیں۔

مودودی صاحب کی حکمت عملی کے تحت اجتہاد کے چند نمونے

مودودی صاحب سلف صالحین کی تحقیقات سے بے نیاز ہو کر جس طرح دین کو سمجھاتے ہیں اور جس طرح وہ قرآن وحدیث میں اپنی حکمت عملی کے تحت اجتہاد سے کام لیتے ہیں اس کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

پہلا نمونہ

قرآن پاک میں زانی کی سزا سو کوڑے تجویز کی گئی ہے اور بالاجماع یہ حکم غیر مہسن زانی کے لئے ہے نیز چور کے لئے حکم ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، ایسے ہی کسی پر بلا ثبوت زنا کی تہمت لگانے والے کی سزا بھی قرآن مجید نے اسی (۸۰) کوڑے مقرر فرمائی ہے اور ان سزاؤں کے دینے میں کسی زمانہ یا حالات کی کوئی قید نہیں کہ فلاں حالات میں یہ سزائیں جاری کی جائیں اور فلاں حالات میں جاری نہ کی جائیں، بلکہ ان کے نفاذ کے لئے صرف اقتدار اور اختیار کی ضرورت ہے جس وقت اور جس جگہ بھی مسلمانوں کو یہ قوت حاصل ہو جائے کہ وہ ان سزاؤں کو جاری کر سکیں تو ان پر فرض ہوگا کہ وہ ان کو جاری کریں مگر ان صاف اور صریح قرآنی احکام کے مقابلہ میں اپنے اجتہاد سے کام لیتے ہوئے مودودی صاحب فرماتے ہیں:

”ہاتھ کاٹنے کی سزا اور دوسری شرعی حدیں صرف اسی جگہ نافذ کرنے کے لئے مقرر کئی گئی ہیں جہاں مملکت کا نظم و نسق اسلامی اصولوں پر ہو اور تمدن و معاشرت کی ترتیب و تنظیم اس طرز پر کی گئی ہو جو اسلام نے تجویز کیا ہے۔“ (تفہیمات حصہ دوم ص ۲۸۵)

لیکن جہاں حالات اس سے مختلف ہوں، جہاں عورتوں اور مردوں کی سوسائٹی مخلوط ہو..... جہاں ہر طرف سے بے شمار صنفی محرکات پھیلے ہوئے ہوں..... جہاں اخلاق بھی اتنے پست ہوں کہ ناجائز تعلقات کو کچھ معیوب نہ سمجھا جاتا ہو، ایسی جگہ زنا اور قذف کی شرعی حد جاری کرنا بلاشبہ ظلم ہوگا، اسی پر حد سرقہ کو قیاس کر لیجئے کہ وہ صرف اسی سوسائٹی کے لئے مقرر کی گئی ہے جس میں اسلام کے معاشی تھوڑا رات اور اصول اور قوانین پوری طرح نافذ ہوں..... اور جہاں یہ نظم معیشت نہ ہو وہاں چور کا ہاتھ کاٹنا دوہرا ظلم ہے (تفہیمات حصہ دوم ص ۲۸۱)

اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ ان قرآنی حدود اور تعزیرات میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ گندی سوسائٹی کی اصلاح کر کے اسلامی اخلاق اور اسلامی ماحول پیدا کر دیں اور معاشرہ کو صالح بنادیں اور اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ان سزاؤں کے اجراء سے شریعت کا جو یہ مقصد ہے کہ گندی سوسائٹی اور بگڑے ہوئے معاشرہ اور گندے ماحول کو صالح اور درست کر دے وہ مقصد ان سے حاصل نہیں ہوتا، اس لئے جس جگہ اسلامی اخلاق اور اسلامی ماحول پہلے سے موجود ہوگا اس جگہ تو ان سزاؤں کے جاری کرنے کا حکم مودودی صاحب دیں گے، بگڑے ہوئے ماحول میں ان سزاؤں کا جاری کرنا ان کے نزدیک ظلم ہوگا، کیا مودودی صاحب یہ بتلانے کی زحمت کو ارا کریں گے کہ ان سزاؤں کا تعلق کیا صرف ”صالحین“ ہی سے ہے اور کیا بد معاشوں کو ان کی بدکاری سے روکنے کے لئے شریعت میں کوئی سزا نہیں ہے، پھر قرآنی حدود اور تعزیرات کو ظلم کہنا کس درجہ سخت کلمہ ہے جس سے ایمان کے چلے جانے کا خطرہ ہے۔

ہر شخص خود سوچ لے اور بتائے کہ خدائی حکم کو ظلم کہنے پر مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں جبکہ سب جانتے ہیں کہ موجودہ فضا و حالات زمانہ جاہلیت کی فضا و حالات سے زیادہ مختلف بھی نہیں یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہہ دے جہاں حالات اس سے مختلف ہوں جہاں پھلوں مٹھائیوں کے انبار لگے ہوں طرح طرح کے کھانے دکانوں پر سامنے رکھے ہوں سوسائٹی مخلوط ہو کہ کھانے والے کھا رہے ہوں، اخلاق بھی پست ہوں کہ خدا اور عبادت کی طرف کوئی رجحان نہ ہو بے انتہا محرکات ہوں تو ایسی جگہ رمضان کا روزہ رکھنا ظلم ہوگا تو اس خدائی حکم کا انکار ہی نہیں بلکہ اس کو حرام و ظلم کہنے والا کیا مسلمان رہ سکتا ہے۔ ایسے ہی کوئی کہہ دے کہ جہاں وضو، غسل، استنجا کی جگہ نہ ہو پانی نہ ہو مسجد نہ ہو اور سوسائٹی میں اس پر آمادگی ہی نہ ہو وہاں نماز پڑھنا پڑھنے کو کہنا ظلم ہے تو فرمایا جائے کب ایسا آدمی مسلمان رہ سکتا ہے۔

اس کے علاوہ جو اسلام کو مذہب یعنی خدائی احکام کا دین ہونے سے انکار کرے، بتائیے وہ مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں۔

تفہیمات مطبوعہ دفتر ترجمان ص ۷۷ پر ہے:

”حقیقت یہ ہے کہ اسلام کسی مذہب کا اور مسلمان کسی قوم کا نام نہیں ہے بلکہ دراصل ایک انقلابی نظریہ و مسلک ہے۔“

سب جانتے ہیں کہ انقلابی نظریہ و مسلک خود ساختہ ہوتا ہے اور مذہب احکام الہی کا مجموعہ، اب اسلام کے لیے مذہب ہونے کی نفی سے اسلام کیسے باقی رہ سکتا ہے ذرا سوچ کر تو دیکھیے، ایسے ہی جو شخص حضرات انبیاء علیہم السلام کو خدا کا پیغمبران کا منتخب کیا ہوا اور صاحب وحی نہ قرار دیتا ہو بلکہ ایک انقلابی لیڈر قرار دیتا ہو کیا وہ مسلمان کہلا سکتا ہے۔

تفہیمات ص ۷۲، ۷۵ پر ہے:

”اس میں شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب انقلابی لیڈر تھے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے انقلابی لیڈر ہیں۔“

آگے عام لیڈروں سے فرق بتایا ہے کہ ”اور لوگ عدل نہیں کرتے یا مظلوم طبقہ سے ہوتے ہیں ان کو معتدل نظام تجویز کرنا ممکن نہیں اور انبیاء کی انقلابی تحریک میں جذبات نہیں، ہدایت کے تحت ہیں۔“

ہر شخص جانتا ہے کہ انقلابی لیڈر خدا تعالیٰ کا پیغمبر نہیں حکومت وقت سے ٹکراؤ والا مقرر و مفکر ہے تو لیڈر اور انقلابی لیڈر جیسے قریبی زمانہ میں محمد علی جناح تھے قرار دینا اور مذکورہ فرق بیان کرنا نہ کہ وحی و رسالت کا یہ نبوت کا انکار کرنا ہے اور کسی ایک نبی کی نبوت کا انکار بھی کفر ہے چہ جائیکہ سب کی نبوت کا تو ایسے کہنے پر کیسے کوئی مسلمان رہ سکتا ہے۔ یہ علماء دین کی انتہائی احتیاط ہے کہ وہ اب تک دور دراز کی تاویل میں کر کے ان کا ایمان باقی قرار دیتے ہیں ورنہ کہنے والے نے تو کوئی کسراٹھا نہیں رکھی۔

دوسرا نمونہ

قرآن پاک کا صاف صاف حکم ہے فمن ابتغى وراء ذلك فلولاك هم العادون جو بیویوں اور لونڈیوں کے سوا کوئی اور طلب رکھیں تو وہ تجاوز کرنے والے سمجھے جائیں گے۔

اس آیت شریفہ میں بیویوں اور لونڈیوں کے سوا ہر عورت کو حرام فرما دیا گیا ہے یہ آیت

سورہ مؤمنون کی ہے اس کے بارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے سفر میں چند دنوں کے لئے نکاح کر لیا کرتے تھے لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ دوسری ہر عورت کو حرام فرما دیا (ترمذی شریف)

لیکن مودودی صاحب اس آیت کے صاف اور صریح مضمون کے مقابلہ میں بھی حکمت عملی کے تحت اپنا اجتہاد فرماتے ہیں، اور شاید ”بیچ کی راس کا آدمی“ ہونے کی حیثیت سے شیعہ اور سنیوں میں یوں فیصلے کرتے ہیں کہ ”متعہ کرنا مطلقاً حرام بھی نہیں اور مطلقاً مباح بھی نہیں، دوم یہ کہ متعہ کو مطلقاً حرام قرار دینے یا مطلقاً مباح ٹھہرانے میں سنیوں اور شیعہوں کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے اس میں بحث و مناظرہ نے بے جاشدت پیدا کر دی ہے ورنہ امر حق معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے..... ایسے حالات میں زنا کی نسبت متعہ کر لینا بہتر ہے، ایسی حالت میں ان کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ باہم خود ہی ایجاب و قبول کر کے عارضی نکاح کر لیں..... متعہ اسی قسم کی اضطراری حالتوں کے لئے ہیں“ (اگست ۵۵ء)

بلکہ اضطرار کے وقت اس کی اجازت ہے:

چنانچہ ترجمان القرآن ماہ اگست ۵۵ء میں فرماتے ہیں: ”کہ اضطرار کے وقت کو اہوں کے سامنے ایجاب و قبول کے بغیر معین وقت کے لئے باہم سمجھوتہ ہو جائے تو جائز ہے“ حالانکہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ متعہ کرنا حرام ہے، جب علماء کرام نے مودودی صاحب کا تعاقب کیا تو آپ ترجمان القرآن ماہ نومبر ۵۵ء میں صاف مکر گئے اور لکھ دیا کہ ”میں تو شیعہ لوگوں کو واعظ کہہ رہا تھا ہر وقت ہی اس زنا کی دھن میں نہ لگے رہیں بلکہ ایسی ضرورتوں میں کریں ہم لوگوں کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے“ اب ترجمان القرآن کے دونوں پرچے ماہ اگست ۵۵ء اور ماہ نومبر ۵۵ء کے اقتباسات ناظرین کے سامنے ہیں، ان کو دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ آیا لوگوں کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے یا مودودی صاحب سے لکھنے میں غفلت ہوئی ہے، اس کے بعد مودودی صاحب کی صداقت اور راست گفتاری کی داد دیجئے ہم حیران ہیں کہ مودودی صاحب کو حق بات کے مان لینے اور اپنی غلطی کے اعتراف کر لینے میں شرم اور عار کیوں محسوس ہوتی ہے اور

اپنی غلطی پر اصرار کرنے اور انچ پیچ کر کے غلط کو صحیح بنانے سے کیوں نہیں شرماتے۔
تیسرا نمونہ

ان تجمعوں میں الاختین کی رو سے قرآن حکیم کا یہ حکیمانہ حکم صاف اور واضح ہے کہ ایک آدمی کے لئے دو بہنوں کا اکٹھا نکاح میں رکھنا حرام ہے بلکہ ایک کی عدت میں بھی دوسری سے نکاح کرنا حرام ہے۔ لیکن مودودی صاحب نے ترجمان القرآن ماہ نومبر ۵۴ء میں ایک مفروضہ کی بنا پر لکھا ہے ”اگر دو بہنیں جڑواں (آپس میں کسی طرف سے جڑی ہوئی) پیدا ہوں تو ان دونوں سے ایک آدمی نکاح کر سکتا ہے“ مگر مودودی صاحب کا یہ اجتہاد قرآن حکیم کے منصوص حکم کے مقابلہ میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے، اور اس کے درست کرنے کے لئے مودودی صاحب نے جو منطق بگھاری ہے وہ بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی، قرآن مجید کے صاف و صریح حکم کا انکار کسی منطق کے سہارے درست نہیں ہے۔

چوتھا نمونہ

قرآن پاک میں ہے عند سدرة المنتهى عندها جنة المأوى جنة المأوى سدرة المنتهى کے پاس ہے (آسمان پر)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وجنة عرضها السموات والارض اس جنت کا عرض ساتوں آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ جنت آسمانوں پر ہے اور اس وقت موجود ہے مگر معتزلہ فرقہ کہتا ہے کہ جنت اس وقت موجود نہیں ہے۔

مودودی صاحب ترجمان القرآن ماہ مئی ۵۵ء ص ۱۱۹/۱۲۰ پر معتزلہ کی طرح لکھتے ہیں: ”یہ جنت قیامت کے دن اسی زمین پر بنائی جائے گی اور اس میں صالحین ہمیشہ رہیں گے“ یہ اجتہاد بھی اہل سنت کے خلاف ہونے کے ساتھ قرآن مجید کے بھی خلاف ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک قرآن وحدیث کی تصریحات کے پیش نظر جنت اور دوزخ اس وقت موجود ہیں اور شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی سیر بھی کرائی گئی تھی مگر ان سب کے خلاف مودودی صاحب معتزلہ کی طرح فرماتے ہیں کہ ”جنت قیامت کے دن اسی زمین پر بنائی جائے گی“

غالباً وہ اسی زمین پر بنائی جانے والی جنت کسی نئی قسم کی جنت ہوگی جو نئے قسم کے ”صالحین“ کے لئے تیار ہوگی اور وہ اس میں رہا کریں گے۔
پانچواں نمونہ

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ
اور انہوں نے اس (عیسیٰ علیہ السلام) کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اس (عیسیٰ علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ
نے اپنی طرف اٹھالیا۔

آیت کا ترجمہ اور مضمون صاف ہے اور تمام امت کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی شارح
صحیح بخاری اپنی کتاب تلخیص الحیبر میں فرماتے ہیں: اما رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب
الاصحاب والتفسیر علی انه رفع ببدنہ حیاً (ص ۳۱۹/۳۲۰ جلد ثانی)

رفع عیسیٰ علیہ السلام پر تمام محدثین اور مفسرین متفق ہیں کہ وہ زندگی کی حالت میں جسم
سمیت ہوا۔ مگر مودودی صاحب اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”اب رہا یہ سوال کہ اٹھالینے کی کیفیت کیا تھی تو اس کے متعلق کوئی تفصیل قرآن میں
نہیں بتائی گئی، قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرہ زمین
سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا اور نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی
اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی اس لئے قرآن کی بنیاد پر بتوان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی
کی جاسکتی ہے اور نہ اثبات، لیکن قرآن کے انداز بیان پر غور کرنے سے یہ بات بالکل نمایاں
طور پر محسوس ہوتی ہے کہ اٹھائے جانے کی نوعیت و کیفیت خواہ کچھ بھی ہو بہر حال مسیح علیہ السلام
کے ساتھ اللہ نے کوئی ایسا معاملہ ضرور کیا ہے جو غیر معمولی نوعیت کا ہے“ (ص ۴۲۰)

آگے ص ۴۲۱ پر لکھتے ہیں ”بس قرآن کی روح سے زیادہ مطابقت اگر کوئی طرز عمل رکھتا
ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ رفع جسمانی کی تصریح سے بھی اجتناب کیا جائے اور موت کی تصریح
سے بھی، بلکہ مسیح علیہ السلام کے اٹھائے جانے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کا غیر معمولی ظہور سمجھتے

ہوئے اس کی کیفیت کو اسی طرح مجمل چھوڑ دیا جائے، جس طرح خود اللہ تعالیٰ نے مجمل چھوڑ دیا، قرآن سے قطعی طور پر رفع جسمانی بھی ثابت نہیں اور موت طبعی بھی ثابت نہیں البتہ رفع ضرور ہوا ہے اور رفع کے وقت کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔“

یہ ”بیچ کی راس“ والی بات ہے کہ مسلمان بھی خوش رہیں اور مرزائی بھی ناراض نہ ہوں، خدا را مودودی صاحب سمجھائیں تو سہی کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ ”رفع ضرور ہوا ہے“ جس کا معنی موت نہیں ہے ”اور رفع کے وقت کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔“ پھر آپ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آخری زمانہ میں قتل و جال کے لئے عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ لائے جائیں گے مگر آپ کے نزدیک زندہ جسم سمیت اٹھایا جانا قرآن سے ثابت نہیں ہے حالانکہ ”رفعہ“ اور ”رافعک“ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے جو جسم و روح کا مجموعہ ہیں، جس سے جسمانی رفع کا ثبوت واضح ہو رہا ہے۔ کیا مودودی صاحب کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام کی حدیثیں مفسرین کی تفسیریں اور امت کا اجماعی عقیدہ قرآن مجید کا مطلب معلوم کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؟ اگر قرآن فہمی کا یہ طریقہ صحیح ہے تو پھر کیا معراج جسمانی کا بھی انکار کیا جائے گا کیونکہ وہاں بھی لہری بعد ہ فرمایا گیا ہے جسم اور روح جاگنے یا سونے کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ یہی وہ عیب ہے جس کو مودودی صاحب نے ہنر سمجھ کر اپنا اصول بنایا ہوا ہے کہ وہ براہ راست قرآن وحدیث سے دین کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام مفسرین قرآن پاک کی جو تفصیل اور تشریح فرماتے ہیں مودودی صاحب ان سب تشریحات کو نظر فرما کر قرآن کو مجمل بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں حالانکہ جیسے اور احکام کی تفصیل و توضیح حسب حکم ثم ان علینا بیانہ اور لتبین للناس احادیث سے ہی ہوئی ہے اس کی بھی ضروری ہے۔

تفسیر بحر محیط ج ۲ ص ۴۱۳ پر ہے: امام ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے جس کی بنیاد متواتر احادیث پر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور آخر زمانہ میں نازل ہوں گے۔

چھٹا نمونہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل سے عہد لینے کے وقت ہم نے ان کے سروں پر کوہ طور اٹھا دیا تھا جس سے ڈر کر انہوں نے اطاعت کو قبول کیا تھا ارشاد ہے ورفعننا فوقکم الطور اور ہم نے تمہارے اوپر طور کو اٹھایا۔ لیکن مودودی صاحب عام مفسرین کے خلاف اس کو بھی مجمل اور کول مول بنانا چاہتے ہیں تفہیم القرآن ج ۱ ص ۸۳ کو دیکھئے اس کی اصل عبارت حسب ذیل ہے:

”اس واقعہ کو قرآن میں مختلف مقامات پر جس انداز سے بیان کیا گیا ہے اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اس وقت بنی اسرائیل میں یہ ایک مشہور و معروف واقعہ تھا لیکن اب اس کی تفصیلی کیفیت معلوم کرنا مشکل ہے بس مجملایوں سمجھنا چاہیے کہ پہاڑ کے دامن میں میثاق لیتے وقت ایسی خوفناک صورت حال پیدا کر دی گئی تھی کہ ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ ان پر آ پڑے گا، ایسا کچھ نقشہ سورہ اعراف رکوع ۲۱ میں کھینچا گیا ہے (ملاحظہ ہو سورہ اعراف حاشیہ ص ۱۳۲ تفہیم القرآن ص ۸۳ ج ۱)

اگر ورفعننا فوقکم الطور کو سورہ اعراف کی آیت واذننقنا الجبل فوقہم کا نہ ظلمہ کے ساتھ ملایا جائے تو قرآن عزیز کی ان آیات کا سادہ اور صاف مطلب یہی بنے گا کہ طور کو اس کی جگہ سے اٹھا کر بنی اسرائیل کے اوپر اس طرح کر دیا گیا تھا کہ پہاڑ ان پر گرنے والا ہے اس لئے کہ ”رفع“ کے معنی اگرچہ صرف بلندی کے ہیں، سر پر بلندی کے نہیں ہیں، اور ”نشق“ کے معنی جس طرح جڑ سے اکھیڑنے کے آتے ہیں اسی طرح زلزلہ میں آنے اور خوفناک حرکت کرنے کے بھی آتے ہیں۔ مگر جب ”رفع“ کو ”نشق“ کے ساتھ اور ”نشق“ کو ”رفع“ اور ”نشق“ کے ساتھ ملایا جائے اور دونوں آیتوں کو ملا کر تفسیر کی جائے تو جمہور کی تفسیر کا واضح طور پر اثبات ہوتا ہے اور مودودی صاحب اور ان کے ہم مشرب لوگوں کے لیے منطوق قرآن کے خلاف آیات کے ظاہر کو کھینچنا کرنا و بی معنی کی طرف گھسیٹنے کی کوئی وجہ نہیں رہتی اور نہ ہی قرآن مجید کے مفہوم میں تحریف کی حد تک تبدیلی کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

ساتواں نمونہ

قرآن پاک میں جا بجا سات آسمانوں کا ذکر فرمایا گیا ہے اور ان کے علاوہ عرش و کرسی کا بیان بھی قرآن مجید میں ہے اور یہ بھی ارشاد ہے ومن الارض مثلہن یعنی زمینیں بھی آسمانوں کی طرح سات پیدا فرمائی ہیں کسی مسلمان کو بھی ان قرآنی تصریحات سے انکار نہیں اور نہ ان میں کسی کو شک ہے البتہ بعض نیچریوں نے سات آسمانوں کا انکار کر کے ان کا مطلب سات سیارے قرار دیا تھا جس کی تردید علمائے کرام نے کردی تھی مگر اب مودودی صاحب کی ”بیچ کی راس“ والی رگ ابھری تو انہوں نے بھی اس کو مجمل کرنے کی کوشش کی تاکہ منکرین آسمان کے لئے بھی کچھ گنجائش نکل آئے۔ چنانچہ مودودی صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں:

”بس مجھ اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ زمین کے ماوراء جس قدر کائنات ہے اسے اللہ تعالیٰ نے سات محکم طبقوں میں تقسیم کر رکھا ہے یا یہ کہ زمین اس کائنات کے جس حلقہ میں واقع ہے وہ سات محکم طبقوں پر مشتمل ہے“ (تفہیم القرآن جلد اول ص ۶۱)

اس کول مول عبارت سے مودودی صاحب منکرین آسمان کو بھی خوش رکھنا چاہتے ہیں اور آسمانوں کے ماننے والے مسلمانوں کو بھی لیکن یہ تو بتلائیے کہ اگر آپ اجرام علویہ اور زمین سے ماوراء جس قدر کائنات ہے اسے سات محکم طبقوں میں تقسیم کر دیں تو اس سے ان سات آسمانوں کے وجود کا اقرار کیسے ثابت ہو گیا جس کی خبر قرآن وحدیث میں دی گئی ہے اور وہ بغیر ستون کے چھت کی طرح قائم ہیں، دیکھئے علم ہیئت والے سات سیاروں کا وجود مانتے ہیں مگر اس سے ان سات آسمانوں کا اقرار کہاں لازم آیا جو کہ سیاروں کے علاوہ ہیں اور ان کی خبر قرآن مجید دیتا ہے مودودی صاحب کی عبارت کے پہلے حصہ ”زمین کے ماوراء جس قدر کائنات ہے اسے اللہ تعالیٰ نے سات طبقوں پر تقسیم کر رکھا ہے“ کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو اس سے ایک اور خرابی لازم آتی ہے کہ مثلاً کرہ ہوا بھی آسمانوں میں داخل ہو جائے گا نیز عرش اور کرسی کا بھی انکار لازم آئے گا اور اگر عبارت بالا کے دوسرے حصہ کو مان لیا جائے کہ ”کائنات کا زمین والا حلقہ سات حصوں میں منقسم ہے“ تو زمین بھی آسمانوں میں داخل ہو جاتی ہے حالانکہ یہ زمین اور آسمانوں کو ایک کرنے والی بات خلاف قرآن ہے کیونکہ قرآن

پاک تو زمین اور کرہ ہوا اور عرش کرسی کے علاوہ سات آسمانوں کی خبر دے رہا ہے۔
آٹھواں نمونہ

مودودی صاحب اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ خلع کی صورت میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خلع سے ان کے نزدیک بھی حنفیہ کی طرح ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہے مگر دوسط کے بعد مودودی صاحب نے لکھ دیا کہ ”خلع کی صورت میں عدت صرف ایک حیض ہے دراصل یہ عدت ہے ہی نہیں بلکہ یہ حکم محض استبراء رحم کے لئے دیا گیا“ (تفہیم القرآن ج ۱ ص ۱۷۶) حالانکہ المطلقات یتربصن بانفسھن ثلثة قروء میں ہر اس آزاد مطلقہ عورت کی عدت کے لئے تین حیض مقرر کر دیئے گئے ہیں جس کی عدت حیض کے ذریعہ ہو۔ مگر مودودی صاحب خلع کرنے والی عورت کو مطلقہ تسلیم کرنے کے باوجود اس کی عدت صرف ایک حیض بتلاتے ہیں جو کہ نص قرآنی اور اجماع کے سراسر خلاف ہے ہاں اگر کوئی شخص خلع کو طلاق ہی تسلیم نہ کرے تو یہ اور بات ہے مگر اس کو طلاق تسلیم کر لینے کے بعد اس کی عدت صرف ایک حیض بتانا اور اس حکم کو محض استبراء رحم کے لئے کہنا محض اپنی رائے سے نص قرآنی کو رد کرنے کی وجہ سے مردود ہے۔

نواں نمونہ

حنفیہ کا مسلک ہے کہ طلاق ثلاثہ کے بعد اگر کسی شخص نے تحلیل کی غرض سے نکاح کیا تو اگر اس نکاح میں طلاق دینے کی شرط کر لی گئی تو گناہ تو ہوگا مگر یہ نکاح ہو جائے گا اور اگر تحلیل کی شرط پوری کر دی گئی تو اب طلاق عدت کے بعد شوہر اول کیلئے مطلقہ عورت سے نکاح کرنا بھی جائز ہو جائے گا اور یہی حدیث شریف سے قوی طریق پر ثابت ہے کہ لعن اللہ المحلل والمحلل لہ میں نکاح کو باطل نہیں فرمایا، نکاح کو ملعون قرار دیا گیا ہے ملعون قرار دینا دونوں کو ہے اگر عقد کے باطل ہونے کے معنی ہوں گے تو محلل لہ کا کوئی عقد ہی نہیں، اس کے ملعون ہونے سے عقد باطل ہونا ہو ہی نہیں سکتا نہ معنی دونوں میں مشترک ہے تو صرف وہی معنی ہو سکتے ہیں جو دونوں میں مشترک ہوں، مگر مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ ”ایسا نکاح نہ ہوگا بلکہ محض ایک بدکاری ہوگی اور ایسے سازشی نکاح اور طلاق سے عورت ہرگز اپنے سابق شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی۔“ (تفہیم ج ۱ ص ۱۷۶) (جاری.....)

جناب حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی رحمہ اللہ نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، پاکستان کے ممتاز عالم دین، عظیم خطیب، محدث و مفسر، جامع المعقول والمنقول اور عالم اسلام کی عظیم روحانیت شخصیت تھے، ان کا شمار ملک کے جید اور اکابر علماء و مشائخ میں ہوتا تھا ان کا جو دولت اسلامیہ کے لیے عظیم سرمایہ تھا وہ ہر طبقہ اور مسلک میں قابل احترام شخصیت مانے جاتے تھے، ان کی اسلامی، دینی علمی، تبلیغی اور اصلاحی خدمات تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائیں گی اور ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

آپ مخدوم الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن امرتسری بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے صاحبزادے تھے جو حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ اعظم تھے۔ آپ تقریباً ۱۹۳۵ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی کے مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں حاصل کی پھر قیام پاکستان کے بعد آپ نے تمام علوم و فنون کی کتابیں جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھیں اور آپ کے مشہور اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، حضرت مولانا رسول خان ہزاروی، حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلوی، اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہم اللہ جیسے اکابر علماء و مشائخ شامل ہیں جن میں ہر شخصیت اپنی ذات میں ایک انجمن اور ایک ادارہ کی حیثیت کی حامل تھی۔ آپ نے ۱۹۵۲ء میں دورہ حدیث کی تکمیل کر کے جامعہ اشرفیہ میں ہی تدریسی خدمات کا آغاز کیا، اسی دوران آپ نے دارالعلوم دیوبند جا کر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا اعجاز علی امروہی، اور حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی رحمہم اللہ جیسے مشاہیر علماء سے مکرر دورہ حدیث کی تکمیل کی اور سندت حدیث سے سرفراز ہوئے۔

آپ نے ابتدائی سے مشکوٰۃ شریف اور مسلم شریف پڑھانے کی سعادت حاصل کی اور پھر آخر دم تک بخاری شریف پڑھانے کی عظیم مسند پر فائز رہے، ہزاروں طالبان علم نے آپ سے کسب فیض کیا جو ملک و بیرون ملک دینی و علمی خدمات میں مصروف ہوئے، تدریسی خدمات کے

ساتھ ساتھ اپنے والد محترم کے زمانہ ہی سے آپ نے جامع مسجد الحسن جامعہ اشرفیہ میں خطبہ جمعہ اور خطابت کی خدمت بھی شروع فرمائی جہاں آخری وقت تک آپ اپنے اصلاحی و علمی بیانات کے ذریعہ لاکھوں مسلمانوں کی ہدایت بھی فرماتے رہے، آپ کی اقتداء میں بڑے بڑے علماء، زعماء اور قائدین جمعہ پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے رہے، علاوہ ازیں ملک بھر کے دینی مدارس اور دینی اجتماعات میں آپ کے علمی بیانات اور دروس قرآن وحدیث بڑی جامعیت کے حامل ہوتے تھے جن سے علماء، طلباء اور عوام و خواص سب ہی فیض یاب ہوتے تھے، حضرت اقدس مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد ۱۹۶۱ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور کے آپ نائب مہتمم مقرر ہوئے اور آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا عبید اللہ امرتسری مدظلہ جامعہ اشرفیہ کے مہتمم منتخب ہوئے، آپ آخری دم تک اس عہدے پر فائز رہے اور جامعہ اشرفیہ کی ترقی و خوشحالی کے لیے کوشاں رہے اور بڑے احسن طریق پر یہ خدمات سرانجام دیتے رہے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی کے بعد آپ باقاعدہ جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے اور آخر تک اعلیٰ ترین علمی خدمات انجام دیتے رہے۔

مختصر یہ کہ آپ ایک بلند پایہ محدث و مفسر، محقق، مدیر و منتظم اور عارف کامل تھے اکابر علماء و مشائخ خصوصاً اپنے والد گرامی کے علاوہ علامہ ظفر احمد عثمانی، علامہ سید سلیمان ندوی، مفتی محمد شفیع، علامہ رسول خان ہزاروی، علامہ محمد ادریس کاندھلوی، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا احتشام الحق تھانوی، علامہ شمس الحق افغانی، مفتی جمیل احمد تھانوی، حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا فقیر محمد پشاوری اور ڈاکٹر عبدالحی عارفی کے محبوب رہے، حضرت مولانا رسول خان ہزاروی اور مولانا فقیر محمد پشاوری کی طرف سے مجاز بیعت و خلیفہ مقرر ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا، پھر خود بھی سلسلہ اشرفیہ کے کامل شیخ و عظیم مصلح ثابت ہوئے اور ہزاروں کی اصلاح فرمائی، آپ نے علمی و تربیتی تبلیغی اصلاحی خدمات کے علاوہ کئی عظیم تصانیف بھی تالیف کیں، جن میں تفسیر نکات القرآن کئی جلدوں میں علمی شاہکار ہے الغرض ساری عمر دین اسلام کی خدمت میں گزاری اور ۱۷ صفر ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو واصل بحق ہوئے ان اللہ وانا الیہ راجعون، حق تعالیٰ شانہ درجات عالیہ نصیب فرمائیں، آمین۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی احقر سے محبت و شفقت

شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن اشرفی رحمۃ اللہ علیہ احقر راقم الحروف سے بڑی محبت و شفقت فرماتے تھے، متعدد بار حضرت کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہوا، احقر کی درخواست پر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جام پور دومرتبہ تشریف لائے، ۱۹۸۰ء میں شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی، حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی اور مولانا مشرف علی تھانوی مجلس صیانتہ المسلمین جام پور کے زیر اہتمام جامع مسجد عثمانیہ مدرسہ اشرفیہ اختشام العلوم میں ہونے والے اجتماع میں تشریف لائے، حضرت کا بیان مرکزی محمدی جامع مسجد جام پور میں جمعۃ المبارک کے موقع پر ہوا، ایک ڈیڑھ گھنٹہ کا بیان انتہائی جامع علمی و اصلاحی بیان تھا، سامعین ہزاروں کی تعداد میں تھے، خطبہ جمعہ حضرت مولانا مالک صاحب نے ارشاد فرمایا، پھر بعد نماز عشاء دونوں حضرات کا مفصل بیان جامع مسجد عثمانیہ میں ہوا، ان سے قبل مولانا مشرف علی تھانوی صاحب کا بیان ہوا، اسی طرح دوسرے سال حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب اور مولانا مشرف صاحب تشریف لائے اور حضرت کے مفصل بیانات ہوئے، ڈیرہ غازیخان میں بھی حضرت مولانا مالک صاحب، حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب اور مولانا مشرف علی صاحب کے بیانات مدرسہ رحیمیہ عابدیہ میں ہوئے، تیسری مرتبہ حضرت مولانا مرحوم سے احقر نے درخواست کی، آپ نے بڑی شفقت فرمائی اور مدرسہ عطاء العلوم موٹک جام پور روڈ میں زبردست علمی خطاب فرمایا اس جلسے کی صدارت شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے فرمائی تھی، بہر حال جامعہ اشرفیہ، جامعہ خیر المدارس اور جامعہ امدادیہ فنیل آباد میں جامعہ اختشامیہ کراچی اور دیگر شہروں میں حضرت کے بیانات سننے کا شرف بھی حاصل اور زیارت و ملاقات بھی ہوتی رہیں، ہر بار حضرت کی شفقتیں و عنایتیں احقر کی سوچ سے زیادہ تھیں کئی تصانیف پر حضرت نے پیش لفظ و تقارین لکھیں اور جب بھی خدمت اقدس میں اپنی تصانیف پیش کیں حضرت کتاب لے کر پہلے بوسہ لیتے کتاب چومتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے، آہ! اب ہم حضرت کی پر خلوص دعاؤں سے محروم ہو گئے، اب ایسی مشفق دہربان، ہستی کہاں پیدا ہوگی، حق تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے آمین۔

مولانا قاری خلیل احمد تھانوی زید مجرہم

توارخ وفات

گزشتہ دنوں شیخ الحدیث والنفیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ کے پوتے اور حافظ مولانا محمد احمد صدیقی کاندھلوی ناظم تعلیمات جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کے صاحبزادے حافظ فیصل احمد کو چند ڈاکوؤں نے گاڑی چھینتے ہوئے علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں شہید کر دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی عمر ۲۸ سال کے قریب تھی جو حافظ قرآن تھے اور بی کام بھی کیا ہوا تھا۔ آپ ایک عظیم علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل۔ احقر نے ان کی چند توارخ وفات قلم بند کی ہیں جو ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔

نیک دل فیصل احمد شہید غفرلہ

۲۰۱۱ء

کہد و مورفعنا لک ذکرک

۱۴۳۲ھ

ابنی غرق رحمت

۲۰۱۱ء

فرزند پاکیزہ رائے فیصل احمد شہید

۲۰۱۱ء

آرام گاہ فیصل احمد بن محمد احمد بن مولانا محمد ادریس کاندھلوی

۱۴۳۲ھ

چمن حافظ فیصل احمد شہید ابن مولانا محمد احمد صدیقی

۲۰۱۱ء

پچشم اشکبار خلیل احمد تھانوی

۲۰۱۱ء

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج

تحقیقی جائزہ (قسط ۲۸)

سگریٹ نوشی کا حکم

(ب) حکم شرب الدخان

اقول قد اضطربت آراء العلماء فيه بعضهم قال بکراهته وبعضهم قال بحرمته وبعضهم باباحته وفردوه بالتالیف، وفي شرح الوهبانية للشرنبلالی وبمنع من بيع الدخان وشربه وشاربه في الصوم لا شک يفطر وفي شرح العلامة الشيخ اسماعیل النابلسی والد سيدنا عبدالغنی علی شرح الدرر بعد نقله ان للزوج منع الزوجة من اكل الثوم والبصل وكل ما يتن الفم قال: ومقتضاء المنع من شربها لتتن لانه يتن الفم خصوصاً اذا كان الزوج لا يسربه وقد افني بالمنع من شربه شيخ مشائخنا المسيرى وغيره، وللشيخ علی الاجهوري المالکی رسالة في حله، نقل فيها انه افني بحله من يعتمد عليه من ائمة المذاهب الاربعة. قلت والى في حله ايضا سيدنا العارف عبدالغنی النابلسی رسالة سماها "الصلح بين الاخوان في اباحة شرب الدخان" وقال بعد اقامة الطامة الكبرى علی القائل بالحرمه او بکراهته۔

فالذى ينبغي للانسان اذا سئل عنه سواء كان ممن يتعاطاه او لا كهذا العبد الضعيف وجميع من في بيته ان يقول هو مباح، لكن رائحته يستكرهها الطباخ، فهو مكروه طبعاً لا شرعاً. وقال في شرح الهداية: فقول الشارح الحاقاً بالثوم والبصل فيه نظر اذ لا يناسب كلام العماری نعم الحاقه بما ذكره هو الا نصاب، قال ابوسعود: فتكون الكراهة تنزيهية والمكروه تنزيهاً بجماع الاباحة، وقال: والظاهر كراهة التحريم في المسجد للنهي الوارد في الثوم والبصل وهو ملحق بهما، والظاهر كراهة تعاطيه حال القراءة لما فيه من الاخلال بتعظيم كتاب الله تعالى.

مؤلف سورة مائدہ کی آیت نمبر ۹۰ یا ایہا الذین امنوا انما الخمر الخ کے تحت سگریٹ پینے کا حکم بیان فرما رہے ہیں کہ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض نے کراہت، بعض نے حرام اور بعض نے مباح کا قول کیا اور اس پر انہوں نے تالیفات کی ہیں، حتیٰ کہ اس پر سیدنا عارف عبدالغنی نابلسی نے ایک رسالہ "الصلح بين الاخوان في اباحة شرب الدخان" تالیف فرمایا۔ پس کسی ایسے شخص سے جو سگریٹ استعمال کرتا ہو یا نہ کرتا ہو تو وہ مباح کہتے ہیں لیکن اس کی بو سے طبعی ناکواری ہوتی ہے اس لئے یہ طبعی طور پر مکروہ ہے شرعی طور پر مکروہ نہیں ہے۔

آیات کے مابین تطبیق

قوله تعالى: وما على الذين يتقون من حسابهم من شيء ولكن ذكروا لهم يتقون.
التطبيق بين هذين الآيتين قد يستدل به على أن من جالس أهل المنكر وهو غير راض
بفعلهم فلاثم عليه، لكن آية النساء تدل على أنه آثم مالم يفارقهم، لأنه قال: ((انكم اذا مثلهم))
أي ان قعدتم فانتم مثلهم في الاثم، وهي متأخرة فيحتمل ان تكون ناسخة لهذه وقدموا الجواب
عنه عن الجمهور بانها خبر لا يدخله النسخ او ايج القعدو معهم بشرط التذكير فلا تكون منسوخة
وحكم آية النساء على عدم هذا الشرط أي ان قعدتم معهم بغير التذكير فانتم مثلهم في الاثم والا
فلاثم عليكم والله اعلم.

مؤلف دو آیات کے مابین اس طرح تطبیق بھی بیان فرماتے ہیں کہ ان میں ظاہری
تعارض ختم ہو جاتا ہے۔

(۱) واذا رایت المؤمنین یخوضون فی ابائنا فاعرض عنهم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ.
جبکہ جمہور نے کہا کہ منسوخ نہیں بلکہ خبر ہے کیونکہ یہ خبر پر نسخ نہیں ہوتا، یہ
آیت اس بات کی خبر دے رہی ہے کہ انسان اپنے ہی نفس کے حساب کے ساتھ مختص ہے نہ کہ کسی
دوسرے کے حساب کے ساتھ مختص ہے، بعض نے کہا کہ یہ اس طرح محکم ہے کہ ان مومنین کیلئے
بشرط وعظ ونصیحت ان کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت ہے لہذا یہ منسوخ نہیں ہے۔

حضرت مفتی صاحب اس میں اس طرح تطبیق فرماتے ہیں کہ پہلی آیت میں اس بات
پر استدلال ہے کہ اہل منکر کے ساتھ اس شرط سے مجاہست ہو کہ ان کے افعال منکرہ پر راضی نہ ہو،
تو اس پر گناہ نہیں جبکہ دوسری آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ وہ منکرین سے جب تک جدا
نہیں ہوگا گناہ کا ہوگا تو فرمایا ”اس میں تم ان جیسے ہو“ یعنی گناہ کے اعتبار سے ان جیسا حکم ہوگا۔
مسئلہ تکفیر

وهذا يدل على انهم كانوا مشبهة

قال في البحر المحيط: ظاهر الذهاب الانتقال وهذا يدل على انهم كانوا مشبهة ولذلك
قال الحسن هو كفر منهم بالله تعالى وفي الكبير: قال المفسرون قولهم: ((فاذهب انت وربك))
ان قالوه على وجه الذهاب من مكان الى مكان فهو كفر، وان قالوه على وجه التمرد عن الطاعة
فهو فسق، ولقد فسقوا بهذا الكلام بدليل قوله تعالى في هذه القصة: ((فلاناس على القوم الفاسقين))

قلت: والحاصل ان ظاهر هذا القول كفران لم ياول عن ظاهره وان تاول بان قالوه علي وجه المجاز بمعني وربك بعينك فليس بكفر، ولكنه لا شك في كونه معصية وفسقا، لمخالفة الامرو يؤيده ظاهر قوله تعالى: ((فلا تاس على القوم الفاسقين))

مؤلف سورہ مائدہ آیت نمبر ۲۶ فاذهب انت وربك فقاتلا کے تحت یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ جملہ کفریہ ہے یا نہیں، تو علامہ جصاص کے حوالے سے ذکر فرماتے ہیں:

یہ جملہ دو معنی رکھتا ہے (۱) انہوں نے یہ بطور مجاز کہا ہو یعنی مراد یہ ہو کہ ”تیرا رب تیری مدد کرے گا“ (۲) دوسرا معنی یہ ہے کہ حقیقی معنی مراد ہو کہ تو ”چلا جا“ تو اس کا کہنے والے پر کفر لازم آئے گا، اور جملہ کا سیاق و سباق اس حقیقی معنی کی تائید کرتا ہے۔

آخر میں حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ: حاصل یہ ہے کہ اگر اس جملے کی ظاہری معنی سے تاویل نہ کی جائے تو کفر لازم آتا ہے اور اگر تاویل کی جائے کہ تیرا رب اعانت کرے گا تو یہ کفر نہیں ہے لیکن پھر بھی نا فرمانی کی وجہ سے گناہ اور فسق ہے اس قول کی آیت کا یہ حصہ بھی تائید کر رہا ہے کہ فلا تاس على القوم الفاسقين.

اکابر اہلسنت والجماعت کی تحقیقات پر اعتماد

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اکابر علماء اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کی تحقیقات پر بھرپور اعتماد تھا، یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے احکام القرآن کی تالیف میں بہت سے مقامات پر ان اکابرین کی تحقیقات کے باقاعدہ حوالے دیئے ہیں، جس سے حضرت مفتی صاحب کی اپنے اکابرین سے محبت اور عقیدت کا اظہار بھی ہوتا ہے، ان تحقیقات میں سے ایک تحقیق بطور نمونہ ذکر کی جاتی ہے:

قوله تعالى: قال عيسى ابن مريم اللهم ربنا انزل علينا مائدة من السماء تكون لنا عيدا لا ولنا و آخرنا.

رفع اشتباه وحكم زيارة القبور والسفر لها

ولا يلزم من عدم جواز اتخاذ القبور عيدا، عدم جواز زيارة القبور مطلقا ولا عدم جواز السفر لزيارة القبور بل هي مستحبة ومنسوبة خصوصا زيارة سيد القبور وهي عندنا وعند مشائخنا من اعظم القربات واهم المثوبات وانصح لنيل الدرجات بل قرية من الواجبات وان كان حصولها

بشد الرحال وبذل المہیج والاموال وبنوی وقت الارتحال زیارتہ علیہ الف الف تحیۃ وسلام وبنوی معا زیارة مسجدہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ من البقاع والمشاهد الشریفۃ بل اولیٰ مقال العلامة الہمام ابن الہمام ان یجوز النیۃ لزیارة قبرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ثم یحصل لہ اذا قدم زیارة المسجد لان فی ذلک زیادۃ تعظیمة واجلالہ صلی اللہ علیہ وسلم واما ما قبل من ان المسافر لا ینوی الا المسجد الشریف استدلالا بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ((لا تشدوا الرحال الا الی ثلاثہ مساجد)) فردہ مشائخنا رحمہم اللہ تعالیٰ لان الحدیث لا یدل علی المنع اصلا بل لو تأملہ ذوقہم الشاقب لعلم انہ بدلالة النص یدل علی الجواز فان العلة التی استثنیٰ بها المساجد الثلاثة من عموم المساجد والبقاع ہو فضلہا المختص بہا وھو مع الزیادۃ موجود فی البقعة الشریفۃ فان البقعة الشریفۃ والرحبة المنیغۃ التی ضم اعضائہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل مطلقا ولما استثنیٰ المساجد لذلك الفضل الخاص فاولیٰ ثم اولیٰ ان یمتنیٰ البقعة المبارکۃ لذلك الفضل العام ، ہذا خلاصۃ ما ذکرہ مشائخنا العظام فی کتاب عقائدہم ”المہند علی المہند“

وقد صرح بالمسئلۃ کما ذکرناہ بل بالبسط منها شیخ مشائخنا العلامة مولانا رشید احمد الجنجوعی قدس سرہ فی رسالۃ المفیدۃ ”زبدۃ المناسک“ وایضا فی ہذا المبحث رسالۃ مشائخنا مولانا مفتی صدر الدین الدہلوی رحمہ اللہ سماھا ”احسن المقال فی شرح حدیث لا تشدوا الرحال“ طبعت واشتہرت فلیراجع الیہا.

وقال حکیم الامۃ التھانوی رحمہ اللہ ، فی شرح ہذا الحدیث ان الاصل ان یمتنیٰ من جنس المستثنیٰ منہ وکان المستثنیٰ فی ہذا الحدیث المساجد ، فالاصل فیہ ان یقدر المستثنیٰ منہ ایضا المساجد لانہا ہی الجنس القریب فیکون تقدیر الکلام لا تشدوا الرحال الی مسجد الا الی ثلاثہ مساجد فلا یمکن التعرض فی ہذا الحدیث الی مسئلۃ زیارة القبور وبقی استحباب زیارتہا علی حالہ وتاکد زیارة قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاحادیث الآخر. ووجہ تخصیص ہذہ المساجد الثلاثة (المسجد الحرام، المسجد الاقصیٰ والمسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم) لان مضاعفۃ الاجر فیہا متصورۃ ولانص فی غیرہا.

فحاصل الحدیث ان لا تسافروا الی مسجد باعتقاد مضاعفۃ الاجر غیر ہذہ المساجد الثلاثة لان مضاعفۃ الاجر فیہا ورد فی الاحادیث وثبت بالدلیل فجاز شد والرحال الی ہذہ المساجد الثلاثة باعتقاد زیادۃ الثواب ولا یجوز السفر الی مسجد غیر ہذہ الثلاثة بہذا الاعتقاد فیجوز بغیر ہذا الاعتقاد ویجوز السفر لا غراض اخر دینیۃ ودنیویۃ لطلب العلم والتجارۃ او غیرہما فلا یمکن بہذا الحدیث عدم جواز شد الرحال الی القبور ولا تعلق لہذا الحدیث بمسئلۃ زیارة القبور خصوصا بزیارة قبرہ سیدۃ القبور.

سورۃ مائدہ کی آیت قال عیسیٰ ابن مریم اللہم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء

تکون لنا عید الاولنا و آخرنا کے تحت ایک مسئلہ یہ بھی ذکر فرمایا کہ:

حدیث مبارکہ لا تشدوا الرحال الا الى ثلاثة مساجد سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا کہ زیارت قبور کیلئے سفر کرنا جائز نہیں ہے، پھر انھوں نے مزید غلو کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا کہ مدینہ منورہ کی طرف سفر کرتے ہوئے مسجد نبوی کی نیت کرنی چاہئے۔

حضرت مفتی صاحب نے اس استدلال کی تردید میں اکابر علماء اہل سنت والجماعت کی تحقیقات پیش فرمائیں جن کا خلاصہ ”المہند علی المہند“ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

”ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے بلکہ واجب کے قریب ہے کو ”شد رحال“ بذل جان و مال سے نصیب ہو اور سفر مسجد نبوی اور دیگر مقامات و زیارت گاہ ہائے متبرکہ کی بھی نیت کرے بلکہ بہتر یہ ہے کہ جو علامہ ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ: خالص قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے پھر جب وہاں حاضر ہوگا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت حاصل ہو جائے گی۔ اس صورت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم زیادہ ہے۔“

اس کے بعد احادیث سے بھی استدلال فرمایا، حضرت مفتی صاحب حدیث مذکور کا تحقیقی جواب ذکر فرماتے ہیں:

”یہ کہنا کہ مدینہ منورہ کی جانب سفر کرنے والے کو صرف مسجد نبوی کی نیت کرنی چاہئے اور اس قول پر اس حدیث کو دلیل لانا مردود ہے، اس لئے کہ حدیث کہیں بھی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی بلکہ صاحب فہم اگر غور کریں تو یہی حدیث بدلالة النص جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جو علت مساجد کے دیگر مساجد اور مقامات سے مستثنیٰ ہونے کی قرار پائی ہے وہ ان مساجد کی فضیلت ہی تو ہے اور یہ فضیلت زیادتی کے ساتھ بقعہ شریف میں موجود ہے، اس لئے کہ وہ حصہ زمین جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ کو مس کئے ہوئے ہے وہ علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ، عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے، چنانچہ فقہانے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے اور جب فضیلت خاصہ کی وجہ سے تین مسجدیں عموم نہی سے مستثنیٰ ہو گئیں تو بدرجہ اولیٰ ہے کہ بقعہ مبارکہ فضیلت عامہ کے سبب مستثنیٰ ہو۔“

اس تشریح کے بعد حضرت مفتی صاحب اکابر کے تحقیقی مقالات کا حوالہ دیتے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

”اس مسئلہ کی تصریح ہمارے شیخ العلماء حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے اپنے رسالہ ”زبدۃ المناسک“ کی فصل ”زیارت مدینہ منورہ“ میں فرمائی ہے جو بارہا طبع ہو چکا ہے نیز اسی بحث میں ہمارے شیخ المشائخ مولانا مفتی صدر الدین دہلوی قدس سرہ کا ایک رسالہ ”احسن المقال فی شرح حدیث لا تشدوا لرحال“ بھی بارہا طبع ہو چکا ہے۔“

مفتی صاحب اس کے علاوہ مولانا اشرف علی تھانوی کے حوالہ سے اس حدیث کی تشریح بھی نقل فرماتے ہیں:

”اصل قاعدہ یہ ہے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہوتا ہے، اس حدیث میں مستثنیٰ مساجد ہے، اس لئے مستثنیٰ منہ بھی مسجد ہی مقدر ہونا چاہئے کیونکہ یہی جنس قریب ہے، اس طرح حدیث کی عبارت یوں ہوگی ”لا تشدوا لرحال الی مسجد الا الی ثلاثة مساجد“ اس طرح اس حدیث سے زیارت قبور کے مسئلہ سے تعرض نہیں ہوگا اور زیارت قبور خصوصاً روضہ اطہر کی زیارت کا استحباب باقی رہے گا۔“

پھر آخر میں ساری بحث کا خلاصہ ذکر فرماتے ہیں کہ:

”اجر مضاعف کی نیت سے تین مساجد مسجد حرام، مسجد قضیٰ اور مسجد نبوی کی طرف سفر کرنا جائز ہے البتہ اس اجر مضاعف کے اعتقاد کے ساتھ ان تین مساجد کے علاوہ کی طرف سفر کرنا جائز نہیں ہے اور دینی و دنیاوی اغراض جیسے طلب علم و تجارت وغیرہ کیلئے سفر جائز ہے لہذا اس حدیث سے زیارت قبور کی ممانعت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔“

(جاری.....)

ع۔ن۔ت

تعارف کتب

نام کتاب: حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کے وصایا اور ملفوظات
مرتب: ابوسعید محمد عابد عمر صفحات: ۳۲ ناشر: مکتبہ اہل سنت موہڑہ کورچشم چکوال
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ سلسلہ سہروردیہ کے بانی اور مجدد ہیں،
زیر نظر رسالہ میں آپ کے وصایا اور ملفوظات کو اردو زبان کے قالب میں ڈھالا گیا ہے ان میں
عقائد و اخلاق و اعمال اور شریعت و طریقت کے اسرار و رموز پنہاں ہیں سلوک و تصوف کی اہم اور
ضروری ہدایات کے علاوہ سلسلہ سہروردیہ کے خصوصی امتیازات پر مشتمل ہے۔
اصلاح نفس کے لیے کسی شیخ کامل کی صحبت بہت ہی ضروری ہے بدوں صحبت شیخ کے
نفس کی اصلاح بہت ہی مشکل ہے۔ اور اکابر کے ملفوظات و مواعظ اور وصایا بھی ان کی صحبت
کے قائم مقام ہوتی ہیں۔

اصل رسالہ عربی زبان میں ہے جس کے ترجمہ کی خدمت حضرت مولانا مفتی نسیم احمد
فریدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انجام دی ہے۔

نام کتاب: موت آئے تو ایسے آئے مرتب: ابوسعید محمد عابد عمر
صفحات: ۶۴ ناشر: مکتبہ اہل سنت موہڑہ کورچشم چکوال

موت ایک اٹل حقیقت ہے اور اس کے لیے تیاری کرنا مستقل فرض ہے جب انسان
نیک اعمال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی موت اسلام پر ہی آتی ہے زیر نظر رسالہ
میں مرتب نے یکصد اکابر کی ایمان پرور زندگی کے آخری لمحات کو جمع کیا ہے جنہوں نے رب
تعالیٰ کی خوشنودی میں ساری زندگی گزاری اور انہیں موت کے وقت عمدہ ترین کیفیات سے نوازا
گیا، اچھی موت صرف کلمہ پڑھنے پر ہی منحصر نہیں، اچھا وقت، اچھی جگہ، اچھا ماحول اور اچھے
کلمات یہ سب اچھی موت کی علامات ہیں۔

مولانا محمد آصف چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۲۲: صفر المنظر: حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے مبارے خان تحصیل ساہیوال میں بعد عشاء درس قرآن کریم ارشاد فرمایا۔

۲۵: جامع مسجد حیدر کرار فروکہ میں درس قرآن دیا۔

۲۶: تھانہ ساہیوال سے SHO صاحب مع احباب جامعہ میں تشریف لائے اور حضرت مدظلہم سے مختلف امور پر گفتگو فرمائی۔

۲۸: ماہانہ اصلاحی درس کے لیے جامعہ امدادیہ فحیہ سلا نوالی تشریف لے گئے۔

۲۹: سرکودھا، لاہور بلوکی تشریف لے گئے اور مختلف پروگراموں میں شرکت فرمائی۔

۲ ربیع الاول جامعہ نعمانیہ بھاگنوالہ جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور جامعہ میں ہفتہ وار اصلاحی درس مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم نے دیا۔

۳: جامعہ اسلامیہ محمودیہ سرکودھا میں مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم کی تشریف آوری پر خطبہ استقبالیہ پیش کیا اور حضرت مدظلہم سے ملاقات کی۔
۴: جامعہ میں یوم تاسیس کے حوالہ سے ایک پروقار تقریب منعقد ہوئی جس میں درجہ تخصص کے طلبانے جامعہ کی خدمات کے حوالہ سے مقالات پیش فرمائے آخر میں صدر جامعہ مدظلہم نے اچھے مقالے پیش کرنے والے طلباء کے لیے انعامات کا اعلان فرمایا۔

۵: دارالعلوم شہابیہ سیالکوٹ تشریف لے گئے اور جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔

۸: حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی کے صاحبزادے مولانا سجاد اشرف عثمانی سلمہ کی تقریب نکاح میں شرکت کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔

۱۶، ۱۷، ۱۸: تین روزہ دورے پر ہری پور ہزارہ تشریف لے گئے اور مختلف عمومی

وخصوصی جلسوں سے خطاب فرمایا۔

۱۹: بحثی راجو ساہیوال میں جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔

۲۲: شاہ نکلڈ ر ضلع جھنگ میں جلسہ سے بیان فرمایا۔

۲۴: جامعہ میں تقریب تکمیل حفظ قرآن کے موقع پر حضرت مدظلہم نے آخری سبق پڑھا کر بیان فرمایا۔

۲۵: چانڈی بلوچاں ساہیوال میں جلسہ عام میں شرکت کی اور بیان فرمایا۔

۲۶: ماہانہ اصلاحی درس کے لیے جامعہ امدادیہ فتحہ سلا نوالی تشریف لے گئے۔

۲۸: جامع مسجد امام اعظم ابو حنیفہ میں ایک عظیم الشان جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا جس میں مناظر اسلام حضرت علامہ عبدالغفار تونسوی مدظلہم نے خصوصی بیان فرمایا۔
جامعہ حقانیہ فروکہ روڈ ساہیوال کا تعمیر نقشہ

جامعہ حقانیہ فروکہ روڈ ساہیوال کے رقبہ پر تعمیری نقشہ الحمد للہ تکمیل کے مرحلہ میں ہے، جامع مسجد ترمذی کا نقشہ مکمل ہو چکا ہے۔ لاہور سے جناب ڈاکٹر عزیز اکبر صاحب نے زمین کے تجزیہ کے لیے چند احباب کو جامعہ میں بھیجا جنہوں نے جامعہ کے پلاٹ میں مختلف جگہوں پر بورکر کے مٹی کے ٹیپل لیے۔ لیبارٹری کی رپورٹ کے بعد ان شاء اللہ جامع مسجد ترمذی کا نقشہ مکمل ہو جائے گا تمام احباب سے تعمیری سلسلہ میں آسانی کے لیے دعاء کی درخواست ہے۔

علماء، خطباء، سالکین کے لیے گراں بہا تحفہ

معارف الابرار

از (فادرج) محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہ

ناشر انجمن احیاء السنۃ نفیر آباد باغیانپورہ لاہور صفحات ۴۹۷

قیمت ۳۴۵ روپے مع محصول ڈاک

ملنس کابینہ ابو حماد قاری عبید اللہ ساجد ناظم مدرسہ احیاء السنۃ فروکہ ضلع سرگودھا

فہم ترمذی

”شہید“

حسرت فقط شہید کرے گا بہشت میں پھر بھیج اے خدا مجھے دنیائے زشت میں
 جو لطف و قوتِ مرگ تری راہ میں ملا حورانِ جنتی میں نہ گلزار و کشت میں
 یاں ہونہ ہو، ہے خونِ شہیداں بہا ہوا مہکِ گلاب و مشک ہے ہر سنگ و خشت میں
 گر فتح بھی ظفر ہے، شہادت بھی ہے ظفر غازی شکست ہے ہی نہ تیری نوشت میں
 مغلوبِ کفر ہو گا نہ اسلامِ ذی وقار قدرت نے اونج رکھا ہے اس کی سرشت میں
 معمور ہوں گے نور سے ظلمت کدے بھی اسمِ حبیب گوئے گا دیر و کنشت میں
 چاہے فہم اور وہ قسام کل سے کیا؟
 ربِ نبی جسے ہو میسر بہشت میں

